کی تمہید جمادی۔ کہ جو کچھ مرزا صاحب[1] نے خدا کے نام اپنی صداقت کا معیار بنایا۔ اُسی میں گرے۔ بخلاف اس کے آنحضرت صلعم نے جو پیشگوئی کی۔ چاہے اپنی زندگی کے متعلق۔ چاہے بعد انتقال۔ سب کی سب سچی ثابت ہوئیں۔ اس لئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ کوئی پیشگوئی آنحضرتؐ کی یا کسی نبی کی کبھی جھوٹی ثابت نہیں ہوئی۔ کیونکہ جھوٹ پر خدا کی لعنت ہے۔ پھر اگر کوئی نبی ہو کر بھی جھوٹی خبر بتلاوے۔ تو معاذ اللہ وہ کون ہوگا۔ ہم مرزائی گروہ کو بآواز بلند چیلنج دیتے ہیں کہ وہ ساری کوشش کر کے سارے نبیوں کے سلسلہ میں ایک پیشگوئی بھی جھوٹی دکھلا دیں تو ہم اُنکے قائل ہو جائینگے بلکہ یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ایسے نبی کو اپنے ایمانیات کی فہرست سے کاٹ دینگے۔ نبیوں کی پیشگوئیاں اگر جھوٹی ہوتیں تو کفار جو اُنکی ذرہ ذرہ سی بات کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے وہ اُن کو چھوڑ دیتے[2]؟ کیا آج اگر کوئی آریہ۔ عیسائی سن لے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی کوئی پیشگوئی جو مدار صدق کذب تھی۔ جھوٹی ہوئی تو اُن کو ہم یہ کہہ کر منوا سکتے ہیں[3] کہ قرآن نے نبیوں کی بعض پیشگوئیوں کی صداقت کو معیار بنایا ہے سب کو نہیں۔ انا للہ۔ میں سچ کہتا ہوں۔ اس جواب پر سماج کی دیواروں سے بھی شیم شیم کی آواز آئے گی +

قرآن مجید صاف لفظوں میں کہتا ہے خدا اپنے نبیوں سے وعدہ کر کے خلاف نہیں

---

[1] بالکل غلط۔ لعنت اللہ علی الکاذبین مثلاً یاتونک من کل فج عمیق کو آپ نہیں جھٹلا سکے۔

(۲) کیا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت نہیں ہوا (۳) کیا دلیپ سنگھ ہندوستان میں آسکا؟

(۴) کیا لیکھرام کے قتل کا واقع بھول سکتا ہے وغیر ذلک +

[2و3] ہمارے تمام پرچے پڑھ لئے جائیں کسی جگہ اشارۃً بھی ہم نے نہیں لکھا کہ کسی نبی کی ایک پیشگوئی بھی جھوٹی ہو سکتی ہے جو کچھ لکھا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مدعی کی صداقت معلوم کرنیکے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم کہتے رہیں کہ جبتک اسکی سب پیشگوئیاں پوری نہ ہو لینگی ہم ایمان نہیں لائینگے بلکہ صداقت کے ثبوت کیلئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ مطابق یصبکم بعض الذی یعدکم اس کی بعض پیشگوئیاں صحیح نکلیں گو اسکی باقی پیشگوئیاں بھی سب صحیح نکلینگی لیکن سچا ماننے کیلئے یہی کافی ہے کہ بعض

کرتا۔ آپ کا یہ کہنا عجیب ہے کہ وَعْدَہٗ میں مفرد وعدہ مراد ہے حالانکہ وعدہ مصدر مضاف فاعل کیطرف ہے اور رسل جمع کا صیغہ ہے۔ پھر اگر ایک وعدہ مراد ہو۔ تو اُس کے مفعول رسل جمع کیونکر ہو سکتے ہیں۔ علاوہ اس کے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ط ہرگز ہرگز کبھی بھی خدا وعدہ خلافی نہیں کریگا۔ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا۔ خدا سے کون زیادہ سچا ہے۔ یہ اچھا سچا ہے کہ نبیوں کو الہام کے واقعہ ہونے کا وعدہ کرتا ہے مگر وقت پر یہ کہکر ٹال دیتا ہے کہ میں ساری باتونکے سچا کرنے کا ذمہ وار نہیں۔ ایسا خدا تو اُس نازک مزاج معشوق سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کی بابت دل جلا عاشق کہتا ہے ؎

کیونکر مجھے باور ہو۔ کہ ایفا ہی کروگے ÷ کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

نبیوں کو دوسرے پیشگوئی کرنیوالوں (تجربہ کاروں۔ مدبروں وغیرہ) پر یہی برتری ہوتی ہے کہ اُنکی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اور مدبران کی بسا اوقات غلط ہوتی ہیں کیونکہ نبی خدا کے بُلانے سے بولتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے جو پیشگوئی فرمائی۔ خواہ اپنی زندگی کی۔ خواہ بعد کی۔ سب کی سب صحیح ثابت ہوئیں۔ اگر مرزائی گروہ کوئی پیشگوئی آنحضرت صلعم کی غلط ثابت کریں۔ تو فی پیشگوئی یک صد روپیہ انعام لیں۔ اور مرزا صاحب کی پیشگوئیوں پر فی ایک روپیہ[۲] دیں ہم اس قسم کی بحث کرنیکو بالکل تیار ہیں چاہے یہاں کریں۔ یا اگر سر لاہور میں کریں ÷

---

[۱] ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اللہ کے بعض وعدے غلط نکلتے ہیں۔ ہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ آیت لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ میں صرف وعدۂ قیامت مراد ہے نہ اور وعدے۔ چونکہ سب سے فرداً فرداً وعدۂ قیامت ہی کیا گیا ہے اس لئے باوجود رسل کے جمع ہونیکے وعدہ مفرد ہو سکتا ہے اور وعدہ بمعنے موعود ہے یعنی مصدر بمعنے اسم مفعول۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک موعود لہ کے جمع ہونیکی صورت میں موعود بہ بھی جمع ہی ہونا چاہیئے یہ تو بالبداہت باطل ہے ÷

[۲] جس طریق سے آپ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیاں پرکھتے ہیں اس طریق سے تو تمام نبیوں کی پیشگوئیاں جھوٹی ثابت ہونگی لیکن جو طریق قرآن کریم نے پیش کیا ہے اس طریق سے اگر آپ حضرت مسیح موعود کی ایک پیشگوئی بھی غلط ثابت کر دیں۔ تو ہم فی پیشگوئی دو سو روپیہ دینے کے لئے تیار ہیں اعجاز احمدی میں آپ کو چیلنج دیا جا چکا ہے اور پھر ابھی تشحیذ ماہ اپریل میں آپ کو چیلنج دیا تھا جس پر آپ اور مولوی ابراہیم دونو خاموش رہ گئے ÷

یُصِیبَکُمْ کی آیت[۵۱] کو دانستہ خراب کیا جارہا ہے سُنیئے یُصِیبَکُمْ کا
اصابت سے ہے۔ اور اصابت عموماً تکلیف کے پہنچنے پر آتا ہے۔
اَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وغیرہ کو غور سے پڑھو وہاں پیشگوئیوں کا
بلکہ عذاب کا پہنچانا مراد ہے ÷

نکاح والی پیشگوئی کو یہ کہکر ٹال دیا کہ اصل میں سلطان محمد کی بابت تھی جو اُس
محمدی بیگم کا خاوند ہے جس سے شادی کرنے کا الہام تھا۔ افسوس ہے۔ انسان غلط گوئی
کرتے ہوئے کسی بات کی پروا نہیں کرتا۔ میں اس کے جواب میں مرزا صاحب کے الفاظ
سناتا ہوں۔ سنیئے مرزا صاحب کہتے ہیں۔ فالھمنی ربی وقال ساریھم اٰیۃ من
انفسھم واخبرنی وقال انی سَاَجْعَلُ بِنْتًا من بناتھم اٰیۃ لھم فسماھا وقال
انھا سیجعل ثیبۃ ویموت بعلھا وابوھا الیٰ ثلث سنۃ من یوم النکاح ثم
نردھا الیک بعد موتھما ولا یکون احدھما من العاصمین۔ رسالہ
کرامات الصادقین سرورق جز۔ اس عبارت کی عربی فصاحت اور بلاغت بلکہ
صحت تو اہل علم جان سکتے ہیں کہ سیجعل کا[۵۲] اول مفعول کون اور ثلث کی تمیز سنۃ کہاں تک

---

۵۱ یصیبکم کو آپ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ کی مثال سے عذاب کے معنوں میں لیتے ہیں اور مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ کو بھول جاتے ہیں۔ اگر آپکی بات مان بھی لی جائے تو بھی ہمارا استدلال قائم رہیگا کیونکہ استدلال اصابہ سے نہیں بلکہ بعض سے ہے اور اپنے مسلمات کے موجب آپکو ماننا پڑے گا کہ بعض عذاب ٹل جاتے ہیں ÷

۵۲ لو نشاء لقلنا مثل ھذا اور ان ھذا الا اساطیر الاولین تو کہنے والے پہلے بھی ہو چکے ہیں۔ بات تو جب ہے کہ آپ ان کتابوں کی مثل لانے جنپر تحدی کی جاچکی ہے جب ہند و شام و عرب کے علماء کی مجموعی طاقت مثل لانے سے باوجود مخالفت شدیدہ عملاً رہ گئی۔ تو ثابت ہوگیا کہ مسیح موعودؑ کی متحدیانہ عربی کتابیں فصیح و بلیغ ہیں ÷ اب جزوی اعتراضات ایسے ہیں جیسے اب تک عیسائی اور آریہ قرآن شریف پر کرتے آتے ہیں۔ اگر یاد نہ ہو تو ان ھذان لساحران وغیرہ کو یاد کر لیجئے۔ اور اس کا بھی جواب دیجئے کہ بعض لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ خسروا انفسھم میں لازم فعل کا مفعول بہ کیسا ہے۔ جب بیسیوں مقامات پر ایک لفظ صحیح طور پر پایا جائے تو ایک حوالہ سہو کتابت پر محمول ہوگا۔ اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ قواعد مرتبہ نحو اجماعی نہیں ÷

کرتا۔ آپ کا یہ کہنا عجیب ... اس سے مطلب نہیں۔ مگر چونکہ میر صاحب نے مرزا صاحب کی عربی بلاغت کو
فاعل کیطرف ہے او... ہے۔ اس لئے یہ اشارہ کرتا ہوں مینے لکھا تھا۔ کہ ضمیمہ انجام آتھم
رسل جمع کر... نے ایک حدیث بھی لکھی ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔ بلکہ مسیح موعودؑ
... اس کا جواب کچھ نہیں دیا[1]۔ تعجب نہیں حیرانی ہے۔ کہ ایک شخص
... اپنی صداقت کی دلیل بیان کرتا ہے۔ ساری عمر لوگوں کو اسکی
طرف متوجہ کرتا ہے۔ لیکن جب مرتا ہے۔ تو اُسکے مرید[3] کہتے ہیں وہ دلیل یونہی تھی۔ اس سے
زیادہ حیرانی یہ ہے۔ کہ میر محمد اسحٰق صاحب تو اپنی زبان سے اس نکاح کو فسخ یا منسوخ[2]
کہہ گئے۔ لیکن مولوی نورالدین خلیفہ اوّل اُسکو ابھی تک برقرار کہتے ہیں اور اُسکی تفسیر
کرتے ہیں کہ مرزا کی اولاد میں سے کوئی لڑکا اُس لڑکی اولاد میں سے کسی لڑکی کے ساتھ بیاہا
جائیگا پس پیشگوئی سچی ہو جائیگی۔ ملاحظہ ہو ریویو سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۷۹۔ کیسی زبردست پیشگوئی
جس کے نہ ہونے پر ہر ایک بد سے بدتر بننے کا اعلان تھا۔ آج اسکی بابت دبی زبان سے
لکھا جاتا ہے کہ غلط ہوئی[3]۔ مگر ہرج کوئی نہیں۔ کیونکہ سچا ہونیکے لئے ساری باتیں سچی ہونیکی

---

[1] ہمارے نزدیک یتزوج ویولد لہ کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے اور تمام دنیا موعود تزویج اور موعود اولاد کو جانتی ہے۔ اور ذھب وھلی والی حدیث بھی مدنظر رہے +

[2] جیسے کہ اسرعکن لحوقاً بی اطولکن یداً میں بعد وفات نبی کریمؐ آپ کے مرید اکبر ابوبکرؓ نے کہا کہ اس کا مطلب یوں تھا یعنی سخاوت مراد تھی نہ کہ ہاتھ لمبے +

[3] جیسا کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ نبی کریمؐ زندہ ہیں۔ اس وقت تک نہیں مر سکتے کہ منافقوں کے ناک کان کاٹینگے۔ اور حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے الا ان محمداً قد مات۔ اور جیسا کہ حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر کہا ابن صیاد ہی دجال ہے۔ مگر بعض اور صحابہ اس کے قائل نہ تھے (۳) کیا عمار بن یاسر اور حضرت عمرؓ خلیفہ وقت کا اختلاف مسئلہ تیمم میں بھول گئے +
اور یہاں تو اختلاف ہے ہی نہیں کیونکہ اگر ایک نے نکاح کو منسوخ کہا۔ یعنی یہ کہ حضرت مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم سے بذاتہ وقوع میں نہیں آیا تو دوسرے کا یہ کہنا کہ دونو کی اولاد کی تزویج ہو جائے گی۔ دونو باتیں باہم متخالف نہیں +

[4] لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہم نے ہرگز کبھی نہیں لکھا کہ سچا ہونے کے لئے ساری باتیں سچی ہونیکی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارا محض یہ مطلب ہے کہ سچا ثابت ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ ہم سب باتیں پوری ہونے تک انتظار کرتے رہیں +

لال شربت لال شربت لال شربت

یہ بچوں اور پرسوتی کے لیئے نہایت طاقت بخش دوا ہے قیمت فی شیشی عہ محصولڈاک ۶ر دیکھیئے محترمہ ش۔م صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب ضلعدار نہر اخبار تہذیب نسوان مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۱۳ء میں کیا لکھتی ہیں پیاری بہن عباسی بیگم صاحبہ تسلیم۔ کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپکا استفسار معلوم ہوا۔ گو اشتہاری دنیا میں قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے میں بھی سخت متنفر تھی اور میں ہمیشہ سے انکو نقصان مال اور صحت کا زوال برعکس نہند نام زنگی کافور خیال کرتی تھی مگر اس لال شربت نے قبح لال رنگ کرکے لال ولال کردیا میں آپ بیتی ورخدا اسکو ہلاک کریگا۔ اور اس کے شر سے محفوظ [illegible] +

بتلائیے۔ ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی میں زندگی کا ذکر ہے[1] یا نہیں۔ پھر اُسکے جواب میں اُس کا ہلاک اور اپنا اُسکے شر سے بچنا مذکور ہے یا نہیں۔ پھر اگر زندگی کا مقابلہ نہیں تو کیا ہے۔ میں اس فیصلہ کو اردو دان پبلک پر چھوڑتا ہوں +

ہاں کشتی نوح کا خود ذکر کرکے میرا ایک گواہ اور پیش کردیا۔ سُنئے۔ مرزا صاحب نے رسالہ کشتی نوح میں بیشک لکھا ہے کہ خدا نے مجھے فرمایا ہے۔ کہ میں تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر والوں کی حفاظت کرونگا۔ مگر اس چار دیواری کی تفسیر خود ہی کردی تھی۔ کہ جہاں کوئی میرا مرید رہتا ہے وہ میری چار دیواری میں ہے۔ اُسکو طاعون نہیں ہوگا۔ پھر بتلائیے خاص قادیان میں محمد افضل ایڈیٹر اخبار البدر طاعون سے کیوں مرا۔ قاضی میر حسین کا لڑکا قادیان میں طاعون سے کیوں مرا۔ محمد یاسین سہارنپوری منصوری کے بساطی کا لڑکا قادیان میں طاعون سے کیوں مرا۔ آخرکار جب مرزائیوں میں طاعونی اموات کی کثرت ہوئی۔ تو مرزا صاحب کو ایک سرکلر جاری کرنے کی ضرورت ہوئی۔ کہ طاعونی مردوں کے ساتھ یُوں یُوں سلوک کیا کرو۔ ملاحظہ ہو اخبار بدر

---

[1] زندگی کا ذکر ہے۔ مگر عبدالحکیم نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ زندگی میں ۳۱ ساون کو مرزا صاحب فوت ہونگے۔ جیسا کہ آپ کے اہلحدیث میں لفظ کو موجود ہے۔ پس حضرت مسیح موعود کی یہ پیشگوئی کہ عبدالحکیم کی یہ خبر غلط نکلے گی کہ میں اس کی زندگی میں فوت ہونگا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس معین تاریخ میں فوت نہیں ہونگا۔ جو اس نے مقرر کی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا +

کرتا۔ آپ کا یہ کہنا عجیب ہے۔ اس سے مطلب نہیں۔ مگر چونکہ میر صاحب نے مرزا صاحب کی عربی بلاغت کو
فاعل کیطرف ہے او ہے۔ اس لئے یہ اشارہ کرتا ہوں یعنے لکھا تھا۔ کہ ضمیمہ انجام آتھم
رسل رجمہ کو ۔۔۔ نے ایک حدیث بھی لکھی ہے کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔ بلکہ مسیح موعودؑ
۔۔۔ اس کا جواب کچھ نہیں دیا۔ تعجب نہیں حیرانی ہے۔ کہ ایک شخص
۔۔۔ اپنی صداقت کی دلیل بیان کرتا ہے۔ ساری عمر لوگوں کو اسکی
طرف متوجہ کرتا ہے۔ لیکن جب مرتا ہے۔ تو اسکے مرید[۵۳] کہتے ہیں وہ دلیل یونہی تھی۔ اس سے
کہئے قبولیت کا وعدہ ہے یا نہیں۔ علاوہ اسکے تو اپنی زبان سے اس نکاح کو فسخ یا منسوخ[۵۴]
دعا کرتے تھے وہ قبول ہوتی تھی۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الہامی الفاظ[۵۵] تک برقرار رکھتے ہیں اور اسکی تفسیر
الکافی شرکاءک تریاق القلوب ص۳۸ +

ریویو قادیانی میں مرزا صاحب کے ایڈیٹر نے لکھا تھا۔ کہ مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونیکا
سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں وہ خدا کے حضور دعا کرتے ہیں۔ نبی یہ ہے

۵۱ آپ صریحاً دھوکہ دیتے ہیں انی احافظ کل من فی الدار کے ذومعنے حضرت اقدس
ایک ظاہری چار دیواری۔ اسکے متعلق تو فرمایا کہ کوئی شخص بھی طاعون سے نہیں ایسا ہونے سے
ہوا۔ کیا آپ کوئی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ اس بیس برس کے عرصے میں کوئی ایک شخص ب ۔۔۔ ر
میں طاعون سے مرا ہو۔ اگر ہمت ہے تو نظیر لاؤ اور ایک ہزار انعام لو۔ دوسرے تعلیم کی چار دیواری
اسکے متعلق فرمایا کہ میرے وہ مرید محفوظ رہینگے جن کا ایمان کسی شائبہ ظلم سے متلبس نہیں۔ چنانچہ آپ کوئی
نظیر اس قسم کی نہیں بتلا سکتے۔ کہ آپ کا کوئی ایسا مرید طاعون میں مبتلا ہوا ہو جو السابقون
الاولون کا مصداق ہو۔ اور حضرت صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاذ طور پر جو میرے مرید طاعون
سے فوت ہونگے وہ شہید ہیں۔ مطابق حدیث جس کے لئے ایمان شرط ہے +

۵۲ اس کا جواب آپ کو میر قاسم علی صاحب کی طرف سے بارہا دیا جا چکا ہے ۲۵۔ اپریل
کے بدر میں ۱۳۔ اپریل کی ڈائری ہے جو دعا شائع شدہ سے پہلے کی ہے پس وہ الہام
اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اس اشتہار کے متعلق نہیں +

۵۳ جو دعا حضرت اقدس نے فرمائی تھی وہ قبول ہوگئی یعنی سچے جھوٹے میں امتیاز ہوگیا۔ چنانچہ
آپ اپنے الہدیہ میں پیشکردہ الفاظ کے مطابق مفسد۔ دغاباز۔ جھوٹے۔ نافرمان۔ ثابت
ہوکر مسیلمہ کذاب کی مانند زندہ رہے۔ (ب) اجیب کل دعاءک الا فی
شرکاءک ایک خاص موقعہ کی دعاؤں کیطرف اشارہ ہے اور یہ بھی آپ سے مخفی نہیں کہ
مذہبی کتابوں میں کل منطقی کل نہیں ہوا کرتا۔ جیسا کہ واتاکم من کل ما سالتموہ میں +

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون

رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان

مرتبہ

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

تمام خط و کتابت بنام منیجر

قیمت بہر حال پیشگی

جلد ۱۶ | بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۴۰ھ | نمبر ۹

فہرست مضامین

ایڈیٹوریل شذرات	۱-۱۰	اکمل
شیعہ روایات میں واقعات کا عنصر	۱۱-۲۱	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی
نور افشاں کی نار افشانی	۲۱-۲۵	شیخ عبد الخالق صاحب قادیان
ہاں شمر ذی الجوشن بھی شیعہ تھا	۲۵-۳۲	منشی خادم حسین صاحب خادم بھیروی
صحیفہ کبیر	۳۳-۳۶	مرزا کبیر الدین احمد صاحب لکھنو
حدیث لانبی بعدی	۳۶	حافظ سلیم احمد خان متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

قیمت سالانہ عوام سے عہ ۸ | غیر ممالک سے ۱۰ طلبا سے عہ

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا۔ اور چودھری عبد السلام پبلشر نے شائع کیا۔

احباب سے

خاکسار کی درخواست ہے کہ پچھلا پرچہ ڈبل حجم کا تھا ۲۰ صفحے تھے۔ باوجود اسکے یہ رسالہ نکالا جاتا ہے مجھے امید تھی کہ جو زائد خرچ ہوا ہے وہ ناظرین کی قدردانی سے پورا ہو جائیگا مگر خود غلط بود آنچہ من پنداشتم + میں ہر مہینے احباب کرام کو ایک بہترین تحفہ پیش کرتا ہوں لیکن حوصلہ افزائی نہیں کیجاتی۔ تین رسالے اکٹھے دوست منگوالیں تو انکے پاس ایک بیش بہا ذخیرہ ہو جائے + ٭ ستر روپیہ

ایک تو مباحثہ سرگودہ جو مابین سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل وابوالوفا مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اہل حدیث۔ صداقت مسیح موعود ونبوت بعد آنحضرتؐ پر ہوا

دوم مباحثہ بمبئی جو مسئلہ ختم نبوت پر از روئے قرآن وحدیث مابین جناب سید محمد اسحٰق صاحب وحکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ ہوا +

سوم التشریح الصحیح لحدیث نزول المسیح جس میں مسئلہ نزول المسیح کا مکمل حل ہے اور اہل سنت کی معتبر ومستند کتب کے حوالوں سے مزین ہے

تینوں رسالے ایک روپے میں دیدیئے جائینگے۔ محصول ڈاک علاوہ +

ریویو

منیجر رسالہ دستکاری بلی ماراں دہلی سے دو تین بار رنگ منگوا کر ہمارے گھر میں استعمال کئے گئے ہیں۔ وہ رنگ بہت اچھے نکلے ہیں۔ ایک بکس جس میں نو قسم کا نوشیشیوں میں نو تولہ رنگ ہے۔ تین روپے پانچ آنے + علاوہ ازیں۔ سرخ پختہ۔ گل انار۔ بسنتی زرد پختہ۔ گلابی پختہ۔ نیلا۔ نیلا پختہ۔ سیاہ پختہ۔ زعفرانی۔ زرد۔ ہر ایک رنگ تین روپے آٹھ آنے۔ فی پونڈ۔ گلابی۔ فیروزی۔ سبز۔ اودا۔ ہر ایک پانچ روپے۔ فی پونڈ۔ ایک پونڈ ۴۰ تولہ +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۲۱ء

شذرات

مولوی عبدالباری فرنگی محل کا دعوئے تجدید اور اسکی تردید

حنفیوں کا مسلّمہ اخبار الفقیہ مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۲۱ء مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی کو مدعی مجددیت ٹھہراتا ہے اور پھر اس پر لم تقولون ما لا تفعلون کا بیجا الزام لگاتا ہے۔ یہ تنقید دلچسپ اور آجکل کے مدعیان باطل کے حال کا فوٹو ہے۔ ہمیں یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ ہجرت کا فتوےٰ جو زور شور سے علماء کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ اس کا بد انجام ان لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اب اپنی زبانوں سے مقر ہیں۔ کہ یہ تحریک نہایت ناعاقبت اندیشی پر مبنی تھی اور یہ کہ مسلمانوں کے جو لیڈر بنے پھرتے ہیں اور جو ان کے علماء شریعت ہیں وہ صائب الرائی نہیں اور نہ حقیقت شرع سے واقف و آگاہ ہیں ورنہ وہ ایسے ایسے غلط احکام نہ دیا کریں جن کا نتیجہ بربادی و تباہ کے سوا کچھ نہ ہو۔ اسلام تو دنیا کے لئے رحمت ہے ہر مشکل کے وقت ایسی صحیح رہنمائی کرتا ہے کہ انسان دنیا و آخرت میں سرخرو ہو۔ کاش یہ لوگ اپنے سچے خیر خواہ اور حقیقی بہی خواہ کی آواز سنتے جس نے عین اسوقت کہ نادانوں کی طبائع جوش میں تھیں

انہیں سمجھایا کہ ہجرت کی تحریک درست نہیں اس کا نتیجہ اچھا نہو گا۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں :-

پس علاوہ اس کے کہ یہ تجویز شریعت کے خلاف ہوگی اس کو پیش کرکے سوائے اپنی سبکی کرانے اور لوگونکی نظروں میں ذلیل ہونیکے اور کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اس تحریک کے پیش کرنیوالے ہیں وہ خود بھی اس تحریک پر عمل پیرا نہیں ہوئے۔ (معاہدہ ترکیہ ۲ جون سنہ ۲۰ء)

اِسوقت یہ الفاظ بہت تلخ معلوم ہوئے لیکن اب یہ لوگ خود وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو پہلے انہیں سُنا دیا گیا۔ کیا یہی ایک واقعہ ثابت نہیں کرتا۔ کہ سچا اسلام ہمارے پاس ہے کیونکہ اس کیطرف سے جو احکام دیئے جاتے ہیں وہ کبھی غلط نہیں نکلے۔ اور پھر اسلام کو صحیح طور سے سمجھنے والا۔ واقعات زمانہ کو بنظر غائر دیکھ کر درست نتیجہ نکالنے والا اس وقت جو مبارک موجود ہے وہ قادیان دارالامان میں ہے (ملاحظہ ہو الفقیہ کی اصل عبارت)

گذشتہ مارچ میں مجلس العلماء کا تیسرا اجلاس بمقام ایرود ضلع کو بمبتولہ علاقہ مدراس میں منعقد ہوا تھا۔ جسکی صدارت جناب مولوی عبدالباری صاحب لکھنوی نے فرمائی تھی۔ صاحب ممدوح نے مجلس مذکور میں جو خطبہ دیا تھا وہ چھپکر شائع ہوگیا۔ مولانا موصوف نے اپنے خطبہ میں ایک موقع پر فرمایا ہے کہ :-

برادرانِ اسلام ہماری یہ تخصیص ہٹ دھرمی نہیں ہے بلکہ خودداری ہے ہم اپنے وجود کو ثابت رکھنا چاہتے ہیں اور جس راستہ کو ہم نے صحیح و درست سمجھ لیا ہے۔ اسی پر خود چلنا اور دوسروں کو چلانا چاہتے ہیں اور جو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں وہ اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند کرتے ہیں یہ ہی وہ شان ہے جسکو ہمارے نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے ایمان کا کامل مرتبہ عطا فرمایا ہے۔" (صـ۴)

حالاتِ حاضرہ پر بحث کرتے ہوئے مولانا ممدوح نے ایک موقع پر یہ گہربیزی فرمائی ہے کہ :-

"شریعت اسلامیہ کے اہم ترین مسائل کو مسلمانوں اور علماء کے درمیان

پیش کر دینا ایک بہت بڑی تجدید ہے جسکی ضرورت تھی۔ اور خداوند عالم اس خدمت کو کسی سے لیتا۔ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے اس خدمت میں مجھے ممتاز مرتبہ عطا فرمایا۔ اور میری وساطت سے میرے دونوں مقصود حاصل ہوئے۔" (ص ۳۰)

مولٰنا ممدوح نے اِس عبارت میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے انھیں مجدد بنایا ہے۔ یہ تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ کسی کا مجدد بننا یا مجدد بنانا وحی کے منقطع ہونے کے سبب سے پرکھا نہیں جا سکتا۔ البتہ اگر اوپر کے بیان کردہ اصول کے مطابق کسی کی مجددیت کی تنقید ضروری ہے تو ہمیں مولٰنا موصوف کے دعوے کو تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ اگر مولٰنا کی مجددیت اِس کسوٹی پر سچی ثابت ہو جس کو انہوں نے خود بھی تسلیم کیا ہے تو ہمیں انکے مجدد ماننے میں تامل نہ ہوتا۔ خود فرماتے ہیں کہ ایمان کامل کا مرتبہ صرف اسی صورت میں ہوتا ہے کہ جس راستہ کو وہ صحیح سمجھتے ہیں اس پر پہلے خود چلیں اور جس چیز کو وہ اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے بھی پسند کریں۔

مولٰنا ممدوح نے اپنی شہرت کے ابتدائی یا متوسط زمانہ میں ہجرت کو مسلمانوں کے لئے نہ صرف ضروری قرار دیا اور ان کے بتائے ہوئے فرمان پر عمل کرنے میں اہالی پنجاب و صوبہ سرحدی نے سبقت کی۔ یہ امر اگر خارج از بحث بھی رکھ دیا جائے کہ ہجرت کا نتیجہ کیا ہوا اور مہاجرین نے اپنی جائدادیں برباد کیں۔ تکلیفیں اٹھائیں اور واپسی پر مجبور ہوئے۔ واپس آئے۔ اور اب انکی جو حالت ہے اُس کا کیا علاج! بہت سے سرگرم مہاجرین ندامت کے سبب سے بیچارے مُنہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہے۔ اور کابل سے اناطولیہ ممالک کیطرف چلے گئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مولٰنا ممدوح نے اگر اس ہجرت کو فرض سمجھا تھا تو اس پر خود عمل فرمایا تھا؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے لئے اپنے گھر ہی میں رہنا پسند فرمایا۔ یا بہتر سمجھا۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ انھوں نے کیوں اپنے دوسرے بھائیوں

کے لئے گھر میں بیٹھا رہنا بہتر نہ سمجھا۔ اور کیوں ان کو در بدر اور خوار کیا؟
دنیا شائد مولنا موصوف کے دعوے کو تسلیم کر کے ان کو مجدد مان لیتی۔ مگر
چونکہ مجددیت کا پہلا وار (حکم ہجرت) اوچھا پڑا۔ اور مولنا ممدوح لم تقولون
مالا تفعلون کے مخاطب ثابت ہوئے اس لئے غالبًا اہل اسلام یہ صدا بلند
کرنے پر مجبور ہونگے۔ کہ ع اے شیخ پاکدامن معذور دار مارا

مندرجہ بالا سطور میں الفقیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ کسی کا مجدد بنانا یا مجدد بنانا وحی کے
منقطع ہونیکے سبب سے پرکھا نہیں جا سکتا۔ یہ بالکل غلط ہے اور اس حدیث نبوی کی
تکذیب ہے جس کے متعلق امام سیوطی مرقاۃ الصعود میں لکھتے ہیں اتفق الحفاظ
علی تصحیحہ جو یہ ہے کہ اَنَّ اللہ یبعث علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا
کیونکہ ہر صدی میں مجدد کی بعثت کی خبر جو مخبر صادق نے دی۔ صاف بتا رہی ہے کہ وحی کا سلسلہ
بکلی منقطع نہیں۔ کیونکہ اگر وحی بالکل بند تھی تو پھر مجددین کی بعثت کی خبر بزبان نبوی کیا معنی
رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اس صداقت کی تائید میں ہماری طرف سے پیش کی
جاتی ہیں کہ وحی والہام کا دروازہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند نہیں۔ ہاں شریعت
والی وحی ختم ہو چکی ہے جس کے لئے اکملت لکم دینکم نص صریح ہے۔ بغیر شریعت کے
جو وحی ہے اس کا انقطاع تو صرف انہی دین والوں میں ہو سکتا ہے جنہیں خدا تعالی کا مورد
غضب قرار دیا گیا ہو۔ اسلام میں تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ نہ اکابر اہلسنت کا یہ عقیدہ
کبھی ہوا ہے۔ آپ مسلم تفسیر روح المعانی ہی کو دیکھ لیتے جس میں زیر آیت یلقی الروح
من امرہ علی من یشاء من عبادہ لکھا ہے۔

الاستمرار التجددی المفہوم من یلقی ظاہر فان الالقاء لم یزل
من لدن آدم علیہ السلام الی انتہاء زمان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم
وہو فی حکم المتصل الی قیام الساعۃ باقامۃ من یقوم بالدعوۃ علی
ما روی ابوداؤد عن ابی ہریرۃ عن النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ
قال ان اللہ تعالی یبعث لہذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ

من یجدد لہا دینہا +

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنا کلام اپنے منتخب بندوں پر نازل کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔ چنانچہ صاحب تفسیر رُوح المعانی لکھتا ہے کہ یلقی میں استمرار تجددی ہے۔ یعنی تازہ بتازہ نو بہ نو کلام الٰہی آدم سے لیکر آنحضرت صلعم کے زمانہ تک نازل ہُوا۔ اور قیام ساعت تک ہوتا رہیگا اور اس کے ثبوت میں مجدّدین کی بعثت والی حدیث ہے جس میں ہر صدی کے سر پر مامور بالدعوت برگزیدہ ربّانی کی بعثت کا ذکر ہے۔ پھر بخاری میں حدیث ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال۔ قال رسول اللہ صلعم لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احدٌ فانہ عمر یعنی پہلی امتوں میں محدّث (جن سے خدا تعالےٰ کا مکالمہ مخاطبہ ہو) ہوتے رہے۔ ایسا ہی اُمت میں۔ چنانچہ میری امت میں خصوصیت سے عمرؓ ہے ان یک فی امتی (اگر کوئی میری امت میں ہے تو عمرؓ) کو فتح الباری نے خود ہی صاف کر دیا ہے کہ لم یورد ھذا القول مورد التردید فان امتہ افضل الامم واذا ثبت ان ذلک وجد فی غیرھم فامکان وجودہ فیہم اولیٰ وانما ورد مورد التاکید۔ یعنی جب دوسری اُمتوں میں محدثوں کا وجود ثابت ہوگیا تو افضل الامم میں ان کا وجود بطریق اولیٰ ثابت ہوگیا۔ یہ الفاظ تو تاکید و خصوصیت کے لئے ہیں اسی بناء پر صاحب فتح الباری نے یہ بھی لکھدیا قد تکون الحکمۃ فی تکثیرھم مضاھاۃ بنی اسرائیل فی کثرۃ الانبیاء فیہم فلما فات ھذہ الامۃ کثرۃ الانبیاء فیھا یکون نبیّھا خاتم الانبیاء عوضوا بکثرۃ الملہمین یعنی بنی اسرائیل میں انبیاء کی کثرت اس کے مقابلہ میں اس امت میں محدثین و ملہمین کی کثرت چنانچہ ایسے بزرگ اس امت میں ہوتے رہے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم سے خدا ہمکلام ہوتا ہے پھر وحی و انقطاع کا عقیدہ کیسا +

لہ دوسری روایت میں رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء سے محدثون کے معنے واضح کر دیئے، حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوب ۱۵ میں فرماتے ہیں اذا کثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم سمی محدثا +

حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہنا

قرآن شریف میں جن باتوں کا ذکر ہے۔ ابناء زمانہ ان میں سے بعض کا محض اس لئے انکار کرتے ہیں کہ وہ انکے محدود علم و عقل میں نہیں آسکتیں لیکن جب وہی باتیں مشاہدے میں آجائیں تو پھر لامحالہ ماننا پڑتا ہے۔ ازانجملہ حضرت یونس کا واقعہ ہے کہ آپ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے اور زندہ باہر نکل آئے۔ اس کا انکار کیا جاتا تھا۔ لیکن اب ایک خبر شائع ہوئی ہے جس سے ہمچو قسم واقعات کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ واقعہ یوں ہے:۔

جہاز موسومہ سٹار آف دی ایسٹ نے دو کشتیاں سمندر میں ایک بڑی (وہیل) مچھلی کے تعاقب میں جو کچھ فاصلہ پر نظر پڑی تھی روانہ کیں۔ اس قوی ہیکل جانور پر برچھیوں سے زخم کاری لگائے گئے۔ اور وہ جب اپنی جان توڑ رہا تھا۔ تو ایک کشتی کو اس کے دم مارنے سے ایسا صدمہ پہنچا۔ کہ وہ پاش پاش ہوگئی۔ تمام ملاح جو اس میں تھے سمندر میں جا پڑے۔ سوائے دو کے باقی بچ گئے۔ ان دونوں میں سے ایک کی مُردہ لاش مِل گئی۔ مگر دوسرا جس کا نام جیمس مارٹلے تھا نہ مِلا۔ یہ جانور جب مرگیا تو اس کو جہاز کے ذریعہ سے کنارے پر لے آئے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔ اس بڑے جانور کے لانے اور ٹکڑے کرنے میں ۲۴ گھنٹوں کا وقفہ خرچ ہُوا۔ جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا۔ تو جیمس مارٹلے کو بیہوش مگر زندہ پایا۔ بڑی مشکلوں سے اس میں دم آگیا۔ اور وہ کئی روز تک بیخود رہا۔ اور ٹھیک طور پر بات نہ کرسکتا تھا۔ تین ہفتہ تک اس قدر عقل نہ تھی کہ وہ اپنے گذشتہ حالات بیان کرسکے۔ آخر جب اس کو ہوش آیا تو اس نے کہا کہ مجھے وہ گھڑی خوب یاد ہے جب اس مچھلی نے مجھے ہَوا میں پھینکا تب میں نگلا گیا۔ اور ایک مضبوط اور پھسلنے والی نالی میں بند ہُوا ہُوا معلوم ہُوا۔ کہ جس کے دباؤ سے میں نیچے کیطرف کھسکا جاتا تھا۔ یہ حالت ایک لحظہ رہی پھر ایسا معلوم دیا کہ میں ایک بڑی تھیلی میں جا پڑا ہوں۔ اور مجھ کو یقین ہُوا کہ مجھ کو مچھلی نے نگل لیا ہے۔ اور کہ اب میں اسکے پیٹ میں ہوں میں دم لے سکتا تھا لیکن بمشکل۔ مجھے بڑی گرمی معلوم دیتی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں زندہ جوش دیا جارہا ہوں۔ (اتحاد ۲ جولائی ۲۱ء) ÷

امید ہے کہ اب اس کے بعد حضرت یونس کے واقعہ کے متعلق کوئی اعتراض نہیں کیا

جائیگا۔ اور قرآن مجید کے ان الفاظ پر سب لوگ ایمان لائینگے۔ کہ فالتقمه الحوت وهو ملیم اور فنبذنه بالعراء وهو سقیم +

امیر شریعت

مسلمانوں میں ایک امیر کی ضرورت تو بالاتفاق تسلیم کرلی گئی ہے اور یہی وہ نکتہ معرفت ہے جسکی نسبت آج سے چالیس سال پہلے حضرت مسیح موعود نے توجہ دلائی تھی۔ مگر نادانوں نے صرف ہنس دیا۔ آج اپنی اسی انکار کرنیوالی زبان سے اقرار کر رہے ہیں کہ امیر شریعت کے بغیر چارہ نہیں +

لیکن اب امیر شریعت کے انتخاب میں مشکلات پیش آرہی ہیں اور ضرور آنی چاہئیں۔ چنانچہ اہل حدیث ۲۲ جولائی کا نامہ نگار لکھتا ہے :-

جس امیر کی امارت زیر تجویز ہے اگر وہ قانون رائج الوقت سے قطع نظر کرکے کارروائی کرے گا تو ایسی امارت اس ملک میں جائز نہیں کیونکہ شریعت کا حکم ہے ھاجروا ثم جاھدوا +

پھر خود ایڈیٹر صاحب اہلحدیث دریافت فرماتے ہیں :-

ان وجوہ کے لحاظ سے دیکھنا یہ ہے کہ جن مسائل متنازعہ میں اہل حدیث اور احناف وغیرہ کا اختلاف ہے ان میں کیا صورت اختیار ہوگی۔ مثلاً کسی نے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دیدیں۔ اس کا فیصلہ امیر صاحب کس مذہب کے مطابق کرینگے حنفی مذہب پر یا حدیث پر۔ یا قائل کے مذہب پر یا مطلقہ اور اس کے والیاں کے مذہب پر۔ اسی طرح مسئلہ مفقود الخبر وغیرہ میں۔ جن امور میں آگے چلکر الجھن پیدا ہونیکا احتمال ہے ہم ان کو صاف کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے گا کہ مذکورہ صورتیں امیر کے حدود اختیار سے باہر ہونگی تو تقرر امیر کی غرض و غایت کے خلاف ہے (صفحہ ۶ کالم ۱/۳) +

نامہ نگار کے جہادی خیالات سے قطع نظر کرتے ہوئے ایڈیٹر صاحب کی گوہر افشانی دیکھئے ع مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات

ایک طرف امیر کا تقرر سخت ضروری ہے۔ دوسری طرف فتاویٰ کے عدم اجراء کا سوال۔ اور مخاصمت ومشاجرت کے بڑھنے کا خیال۔ اور ایسی باتیں امیر کے حدود اختیار سے باہر ہونے میں تقرر امیر کی غرض وغایت کی خلاف ورزی کی مجبوری۔ دو گونہ عذاب است جانِ مجنوں را

کیا اس مشکل کا حل سوائے اسکے کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟ کہ تمام کلمہ گو فرقے خدا کے مامور کے مقدس ہاتھ پر ایک سلسلہ میں منسلک ہوں پھر ایک امیر کی اطاعت کریں۔ گو اسوقت یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیگی۔ مگر میں امید رکھتا ہوں کہ جہاں ایک امام کے تحت میں ہونیکی بات سمجھ آگئی وہاں یہ دقیقۂ حکمت بھی کسی دن فہم میں آجائیگا کہ تقرر امیر کی غرض وغایت پوری کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سب لوگ **ایک مامور ربانی** کے سلسلہ میں آئیں اے میرے مولیٰ تو ان کو توفیق دے کہ وہ تیرے برگزیدے کو پہچانیں۔ اسپر ایمان لائیں اور ان نعمتوں سے متمتع ہوں جن سے تو نے ہم ناکاروں کو محض اپنے فضل سے بہرہ ور کیا ؛

سچے نبی کی علامت

البرہان ماہ شعبان لکھتا ہے :-

اگر دعویٰ نبوت کے ساتھ کوئی پیشگوئی کرے اور دعویٰ نبوت اسکا غلط ہو تو اس کا بھی کوئی قول پورا نہیں اُترے گا۔ (صفحہ ۷)

پھر لکھا ہے :-

نیز اس امر کا تجربہ اور امتحان بھی ہو چکا ہے کہ جن لوگوں نے دروغ گوئی سے دعویٰ نبوت کیا ہے انکی بات کبھی پوری نہیں اُتری نہ انکو کامیابی حاصل ہوئی۔ بلکہ چند روز میں ہی خدا نے ان کو ہلاک کر ڈالا ؛

کیا ہم البرہان کے معزز ایڈیٹر سے پوچھ سکتے ہیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں :- الامام القائم مہدی صادق حضرت مرزا غلام احمد نبی اللہ کے حق میں۔ جو اس معیار پر پورے اُترے ہیں۔ آپ نے دعویٰ نبوت کیا۔

(ہمارا دعوےٰ ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں۔ بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

اور پھر خدا تعالیٰ کیطرف منسوب کر کے پیشگوئیاں فرمائیں اور وہ بالکل درست نکلیں آپنے

وفات سے ۲۷ برس پہلے یہ الہام شائع کیا۔ آئی شیل گو دیو اے لارج پارٹی آف اسلام میں تجھے اسلام کی ایک بہت بڑی جماعت دونگا۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی حرف بحرف صحیح نکلی +

آپ نے ۱۹۰۵ء میں شائع کیا ع زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار۔ اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ خوفناک زلزلہ آیا اور مسلمہ سٹیم رولر یکدم زار ہوگیا اور ایسا زار ہوا۔ کہ جسکی ایک جنبش ابرو پر ہزارہا معززین کی جانوں کا انحصار تھا۔ اس کو نہایت بیدردی سے قتل کیا گیا +

آپ نے یاتون من کل فجٍ عمیق پیشگوئی فرمائی اور ایک دنیا نے اپنے فعل سے اسکی تصدیق کی۔ یہاں تک کہ پچھلے دنوں علماء مخالفین آئے۔ اور انھوں نے بھی اعتراف کیا کہ اس سفر سے مشکل کوئی سفر نہ تھا۔ مگر مرزا صاحب کی خاطر ہمیں آنا پڑا گویا خود اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے یہ پیشگوئی پوری کی +

پھر بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا	جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اُس مہ سے اندھیرا	دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی کہ دنیا کے فرزند دیکھ رہے ہیں اور کچھ کہتے بن نہیں پڑتی۔ ماریشس میں مغربی افریقہ میں کئی ہزار احمدی ہوگئے۔ انگلستان میں امریکہ میں بیسیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور جیسا کہ خداوند زمین و آسمان نے پہلے خبر دی تھی۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" وہ پورا ہوا +

پس فرمائیے۔ کہ باوجود دعویٰ نبوت یہ پیشگوئیاں کیسے پوری ہوئیں۔ پھر جھوٹا نبی تو ہلاک ہو جاتا ہے۔ آپ زمانہ نبویؐ کے برابر ۲۳ سال تک زندہ صحیح و سلامت رہے۔ اور کامیاب و کامران رخصت ہوئے۔ آپ کا مقصد کہ ایک جماعت دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالی وفات مسیح کی قائل مجھے مسیح موعود ماننے والی پیدا ہو جائے جو اشاعت و حفاظت اسلام کی ضامن ہو۔ پورا ہوا یہ جماعت کو آپ دیکھ رہے ہیں +

کیا عرب میں نبی کریم سے پہلے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا

اس ادعاء باطل کی ذمہ داری مولوی محمد علی صاحب پر ہے جو ختم نبوت کے متعلق گویا ایک یہ دلیل بھی رکھتے ہیں کہ عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ اس لئے ضرور تھا کہ بعد میں بھی کوئی نبی نہ ہو اور یہ خصوصیت ہے جناب رسالتمآب کی۔ حضور ختم الرسل کی تو کئی ایک خصوصیات ہیں ضرورت نہیں کہ من گھڑت خصوصیتیں بتائی جائیں۔ عرب میں آپ سے پہلے انبیاء کے مبعوث ہونے کا ثبوت اس حدیث میں ملاحظہ ہو۔ جو مؤطا امام مالک باب جامع الحج میں ہے:۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا کنت بین الاخشبین من منیً و نفخ بیدہٖ نحو المشرق فان ھناک وادیا یقال لہ السُرر بہ سرحۃ فسرّ تحتھا سبعون نبیاً

یعنی اس وادی میں جس کا نام سُرر ہے وہاں ایک درخت ہے جس کے نیچے ستر نبیوں کی ناف کاٹی گئی ہے۔ دیکھئے ۷۰ انبیاء تو ثابت ہو گئے +

جانتے ہو مؤطا امام مالک کی کیا حیثیت ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں:۔

عدالت و ضبط رجال ایں کتاب مجمع علیہ است و صحیح بخاری و صحیح مسلم ہر چند در بسط و کثرت احادیث دہ چند مؤطا باشند لیکن طریق روایت احادیث و تمیز رجال و راہِ اعتبار و استنباط از مؤطا آموختہ اند +

اور امام شافعی فرماتے ہیں ما تحت ادیم اصح من مؤطا مالک

محمد حسین بٹالوی کا ایمان

بعض لوگوں کا اعتراض ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی حسب پیشگوئی ایمان نہیں لائے **جواب** یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود استفتاء مطبوعہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں۔ "فرعون سے مراد محمد حسین ہے خدا کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ اٰمنت بالذی اٰمنوا بہ بنو اسرائیل یا پرہیزگار لوگوں کی طرح + واللہ اعلم

شیعہ روایات میں واقعات کا عنصر

(۱) جیسے کہ ہر فرقہ کو اپنی قدیم روایات پر ناز ہے شیعہ صاحبان کو بھی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ان بیشمار روایات کے طومار میں واقعات کا وجود کہاں تک ہے؟

(۲) پھر چونکہ گذشتہ واقعات کی چھان بین کے وقت سخت ضروری ہے کہ قدیم سے قدیم روایات کو بہم پہنچایا جائے۔ جو اُن قابل اعتبار راویوں کی زبانی نسلاً بعد نسلٍ ہم تک پہنچی ہوں جو یا تو اس واقعہ کو بچشم خود دیکھنے والے تھے۔ یا اُس واقعہ کے قریب العہد تھے۔ اس واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ شیعہ مرویات کی نسبت ثابت کیا جائے کہ وہ اُنکے متقابل فریق یعنی اہلسنت کی مرویات سے پہلے کی زبان زد خلائق اور شہرت پذیر تھیں۔ اور یہ کہ مابعد میں حسب دلخواہ موقعہ و فرصت پاکر بنائی نہیں گئیں۔ اور جہاں تک میری تحقیق ہے اور شیعوں کی اصول اربعہ یعنے چار حدیث کی کتابوں کے زمانہ تصانیف و تالیف سے ظاہر ہے ایسا ثابت کرنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے +

(۳) تقریباً انکی سب روایات دوازدہ امام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہیں خواہ وہ تخلیق عالم سے ہزارہا سال پیشتر کے اسرار پر مبنی ہوں یا آدم سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک قصص انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہوں۔ یا جناب علی علیہ السلام سے لیکر حضرت مہدیؑ تک اوصیاء کرام کے بارہ میں ہوں یا زمانہ رجعت و قیامت و دوزخ و جنت کے کوائف و لطائف کے باب میں ہوں۔ اور دوازدہ امام علیہم السلام کو چونکہ شیعہ مثل انبیاءؑ کرام معصوم مانتے ہیں۔ اسواسطے انکی روایات کو برحق اور امر واقعہ و قطعی الصدور مانے پر مجبور ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی تمام صحابہ کرام اور خلفاء راشدینؓ اور ائمہ اربعہ اہل سنت کو غیر معصوم ظاہر کرکے انکی روایات کو خواہ وہ چشم دید بھی ہوں۔ یا راویان قریب العہد سے غیر معتبر بتاتے ہیں۔ اس قسم کی تقریریں کرتے ہوئے وہ ایک عربی مقولہ اہل البیت ادری بما فیہ بھی پڑھ دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر والوں کو جو کچھ گھر میں ہے۔ اسکی اچھی

خبر ہوتی ہے یعنی چونکہ (بزعم اُنکے) دوازدہ امام اہلبیت نبوتؐ ہیں۔ اس واسطے تعلیم اسلام و معارف قرآنی کے جیسے ماہر وہ بزرگوار ہوسکتے ہیں دوسرا کون ہوسکتا ہے؟ لیکن یہ عجیب منطق ہے کہ گھر والوں میں گھر والیاں شامل نہوں اور جو کچھ انکی زبانی مروی ہو جسکی وہ چشمدید راوی بھی ہیں۔ وہ اس بنا پر معتبر نہ قرار دیا جائے کہ وہ مزعومہ دائرہ عصمت وطہارت سے باہر ہیں اسی فرضی اصول پر اکابر صحابہؓ و مہاجرین اولین وانصار سابقین کی ان مرویات کا بھی ذرا اعتبار نہیں رکھا۔ جو قبل زمانہ نبوت کے حالات اور عہد میمنت مہد نبوتؐ کے غزوات وغیرہ اوقات عُسر ویسر میں شریک حال رہے اور بجائے اسکے سود وسو برس بعد جو بزرگوار باقر العلوم وصادقؑ الیبان متولد ہوئے۔ انکی بلکہ انکے رواۃ کی مرویات کو زیادہ معتمد علیہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ اہل بیت ادری بما فیہ کے مقولہ سے حدیث لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَائِنَہ زیادہ قابل عملدرآمد اور تحقیق واقعات میں نہایت ہی زرّین اصول ہے جس کا مطلب ہے کہ سُنی ہوئی بات ایسی قابل باور نہیں ہوتی جیسے کہ چشم دید ہوتی ہے لیکن تھوڑی دیر کے لئے اہلبیت ادری بما فیہ کے مقولہ ہی کو مانکر ہم کہتے ہیں کہ جو روایات کے طومار آپ کے پاس بطور تبرک ویادگار اہلبیت اطہار موجود ہیں۔ کاش کہ واقعی وہ اُن بزرگواروں کی زبان مبارک کے ملفوظات وارشادات پر مبنی ہوں۔ ورنہ شیعہ صاحبان کا ایسا دعوےٰ بمنزلہ ادعائے بیجا ہی کے ہوگا ÷

(۴) آج جو فریقین کے عقائد میں زمین وآسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ اسکے اسباب ممکن ہے اور بھی ہوں لیکن میرے نزدیک زیادہ تر اس کے ذمہ وار صدر اوّل کے وہی حضرات راوی ہیں جنھوں نے واقعات پر خاک ڈالنے کی نیت سے من مانی روایات وضع کیں۔ اور جھلائے شیعہ کو خلوت خانوں میں سُنا سُنا کر فتنہ انگیز ومفسد امن باتیں ذہن نشین کر دیں۔ جنکو اب لوح خاطر سے محو کرنا نہ آیات قرآنی سے ممکن ہے اور نہ واقعات حقہ کے پیش کرنے سے ÷

(۵) کتاب الحجۃ اصول کافی میں مصحف فاطمہ جفر جامعہ جفر ابیض جیسی برائے نام کتابوں بلکہ خزینہ اسرار عجیب کہئے کا ذکر ہے۔ کتاب الروضہ فروع میں کتاب علی کا تذکرہ ہے کہ وہ اونٹ کی ران کے برابر موٹی ہے رفتہ رفتہ مختلف طبائع پر ان روایات کا اثر یہاں تک راسخ اور عالمگیر ہوگیا کہ خوش اعتقادوں کی نظر میں قرآن کی عظمت بھی برائے نام رہ گئی۔ اور وہ کلام

پاک جو متلاشیانِ حق کے لئے نور و ہدایت اور رفع اختلاف کے لئے قول فیصل اور ہمیشہ کے لئے حق و باطل کا معیار بنا کر خدا نے نازل فرمایا تھا ہمچو قسم روایات کی وارد گیر سے محفوظ و مصئون نہ رہا۔ چنانچہ بعض روایات میں لکھا ہے کہ اصل قرآن کی جو جبرئیل لائے تھے ۱۷ ہزار آیات تھیں۔ بعض میں ہے کہ آیت فانکحوا ما طاب لکم من النساء کے موقعہ پر ایک ثلث قرآن غائب غلہ کر دیا گیا۔ یہ تو متقدمین شیعہ کا مذہب تھا۔ اور آجکل بھی بڑے بڑے فاضل شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ترتیب مطابق تنزیل نہیں ہے۔ غرض اسی روایت پرستی کے غلو نے لوگوں میں قرآن کے محکم ہونے کی شان کو بھی برقرار نہ رہنے دیا ؛

(۶) اس اندھا دھند تقلید کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ائمہ اطہار جنکی نسبت اصول الکافی کتاب الحجۃ میں مروی ہے کہ وہ بزرگوار واقعات ما کان و ما یکون سے واقف ہوئے ہیں۔ ان کی مرویات سے نہ تو واقعات گذشتہ کا ٹھیک پتہ چلتا ہے۔ اور نہ آیندہ زمانہ کے حالات کا انکشاف ہو سکتا ہے۔ جس سے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یا تو حضرت باقرؑ و امام صادقؑ جن کیطرف روایات کا کثیر حصہ منسوب ہے نعوذ باللہ۔ باقر العلوم و صادق البیان نہ تھے۔ اور اگر تھے تو وہ سب علوم و کشوف اپنے ساتھ ہی لیتے گئے۔ اور جو کچھ قدر قلیل اُن کے معتقدوں کے ہاتھ میں ہے بھی تو اس میں شیعہ وضّاعین حدیث و روایات کی اسقدر بھرمار ہے کہ آج اگر سارے شیعہ فضلا جمع ہو کر اصلی و جعلی مرویات کو جُدا جُدا کرنا چاہیں تو سخت مشکل بلکہ ناممکن ہے ؛

(۷) شیعہ مرویات میں عموماً اس قدر حشو و زوائد و مبالغہ اور خلاف واقعہ و مضحکہ خیز باتیں ہیں کہ کوئی عقلمند انکو ائمہ اہلبیت کرام علیہم السلام کی ملفوظات قرار نہیں دے سکتا۔ اور میں اپنے تجربہ کی بنا پر ناظرین کرام کو یقین دلاتا ہوں کہ محض شیعہ روایات کی بنا پر اگر آپ چاہیں کہ کسی واقعہ کی تہ تک پہنچ سکیں یا محققین کے روبرو کسی وقوعہ کو سلسلہ وار معہ اس کے علل و اسباب کے تسلی بخش طور پر بیان کر سکیں تو ہرگز ممکن نہیں ہے کیونکہ بقول صاحب استبصار خدا کے فضل سے کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جس کے معارض دوسری حدیث اور کوئی ایسی روایت نہیں جسکے برخلاف ایک اور روایت موجود نہیں ہے

بلکہ یہی امر بعض شیعہ کے عقائد تشیع سے برگشتہ ہو جانے کا باعث ہو چکا ہے (دیباچہ کتاب استبصار طوسی) گویا دشمنانِ دین نے تشیع کی حمایت میں جہاں ان روایات میں صحابہ کرام و ازواج مطہرات کی مزعومہ برائیاں دیدہ و دانستہ عمداً و ارادتاً لوگوں میں مشہور کر کے اہلسنت کی دل آزاری کی اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی عجیب یہ ہے کہ اول تو ائمہ اہلبیت کرام کے فضائل و مناقب میں وہ وہ مبالغہ آمیز کہانیاں گھڑی ہیں کہ امید ہے خود ائمہ کے ازواج طیبہ بھی شرماتے ہوں۔ خیر یہاں تک بھی حرج نہ تھا۔ لیکن ان بزرگواروں کے بعض وقائع زندگی خصوصاً جو کہ بعد از وفات حضرت سرور کائنات صلعم خلافت و فدک وغیرہ جیسے مہتم بالشان متنازعہ فیہ مسائل کے بارہ میں ہیں۔ جاہلانہ ہمدردی یا تعصب کے جوش میں جناب علی علیہ السلام اور حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہا کی وہ وہ ناگفتہ بہ تحقیر و تذلیل کی گئی ہے کہ خدا کی پناہ۔ مثلاً ائمہ اطہار اور انکے قابل اعتبار راوی کہتے ہیں +

(ا) جناب علی علیہ السلام نے رات ہوتے ہی حضرت بتول کو گدھے پر سوار کیا اور حسینؓ کی انگلی ہاتھوں میں تھام ہر ایک مہاجر و انصار کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہ کوئی میرا ساتھ دو۔ لیکن کسی نے پیروا تک نہ کی (کیا یہ وہی جناب علیؓ ہیں جنھوں نے تین دفعہ دُنیا کو طلاق فرمائی تھی؟)

(ب) یہ کہ فدک کے مطالبہ کے لئے جناب علی علیہ السلام کو ہمراہ لیکر سیدہ ابوبکرؓ کے پاس گئی اور ابوبکر نے فدک کی سند سیدہؓ کے حوالے کر دی تھی مگر بدقسمتی سے گھر کو لوٹتے ہوئے عمر راستے میں سامنے آگئے۔ دریافت کرنے کے بعد اس نے سیدہؓ سے سند لے لی اور سند پر تھوک کر دستاویز کو مٹا کر ردی کر دیا۔ جناب علی علیہ السلام کھڑے ہوئے یہ جور و جفا دیکھتے رہے اور عمر سے دراچوں و چرا نہ فرما سکے۔ کیا یہ وہی سیدہ مطہرہ ہیں جو بوجہ کمال زہد و تقویٰ و ترک دُنیا و رجوع الی اللہ بتول جیسے قابل فخر لقب سے ملقب ہیں؟ اور کیا یہ وہی غیور امیر المومنین علیہ السلام شیر خدا ہیں جنکی زوجہ محترمہ کے ہاتھ سے عمر جیسے بزدل شخص نے ایسی قابل قدر دستاویز بہانہ سے لیکر اس پر تھوک دیا اور تحریر کو حرف غلط کی طرح ملیا میٹ کر دیا۔ اور شیر خدا منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے؟ یا یہ کوئی غمر ہی اور تھا +

(ج) یہ کہ جناب علی علیہ السلام مع دیگر بنی ہاشم کے خلافت ابوبکر کے برخلاف سازش

کر رہے تھے۔ اور بنی ہاشم جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ عمر یہ سُنکر دوڑے آئے۔ قنفذ غلام ہمراہ تھا۔ اور ایک لکڑیوں کا گٹھا بھی لوالائے۔ سیدہ کے دروازہ کو آگ لگادی اور پہلے تلوار نیام سے نکالکر پہلوئے سیدہؑ پر ماری۔ پھر بازو مبارک پر ایک تازیانہ بھی لگایا۔ غرض خوب ہنگامہ ہوُا۔ اور عمر معہ ہمراہاں اندر گھُس گئے۔ پہلے جناب علی کی تلوار چھین لی۔ اس طرح انکو مغلوب کر کے گلے میں رسّی ڈالکر کشاں کشاں ابوبکر کے پاس مسجد میں لے گئے اور جناب علی علیہ السلام سے کہا گیا کہ لو۔ صاحب بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ۔ انھوں نے تامل کیا تو عمر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ دھینگا دھینگی جناب کا ہاتھ پکڑ کر ابوبکر کے ہاتھ میں دیدیا۔ چنانچہ آیت وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰیھا کا یہی شان نزول ہے دیکھو ترجمہ قرآن مولوی مقبول احمد زیر آیت مذکور +

(د) اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ پھر لکھا ہے کہ جب عمر و علی کی باہم کشمکش ہو رہی تھی تو جناب سیّدہ سے ضبط نہ ہوسکا۔ عمر کی مزاحمت کی نہ صرف زبانی بلکہ یہ کہ سیدہ نے عمر کو گریبان سے بھی پکڑ کر جھٹکایا۔ مَیں نے اس کا شان نزول غصب فدک کا موقعہ قرار دیا تھا۔ مگر میرے حریف مہربان مولوی سید ہاروں صاحب شیعی زنگی پوری نے اسکی اصلاح کرتے ہوئے موقعہ مذکورہ بالا پر چسپان کیا تھا۔ میں بھی اسپر صاد کرتا ہوں +

(ہ) صرف عمر کے ہاتھوں ہی حضرت سیدہ کی ہتک کا بہتان باندھ کر چین نہیں آیا بلکہ عمر کے غلام قنفذ کے ہاتھوں بھی مذکور ہے کہ قنفذ نے دروازہ کے کواڑ میں حضرت سیدہ کو ایسا دبایا کہ انکی پسلی مبارک ٹوٹ گئی۔ جس سے حضرت محسن ساقط ہوگئے۔ اسی دن سے سیدہ بستر پر پڑ گئیں۔ یہاں تک کہ شہید ہوکر جہان فانی سے کوچ فرمایا۔ صاحب ناسخ التواریخ کے الفاظ خاص اس موقعہ پر یوں ہیں "وطفلے کہ در شکم داشت ساقط ساخت ہمانا فاطمہ ازاں روز بستری گشت تا شہید از جہاں بگذشت"

پھر اصل ائمہ معصومین کے الفاظ عربی روایت کے یہ ہیں۔ جن کا ترجمہ صاحب ناسخ نے اوپر فارسی میں دیا ہے "فکسر ضلعًا من جنبھا فالقت جنینًا من بطنھا" ناسخ جلد دویم کتاب دویم۔ مطبوعہ ایران ص ۵۹

فرمائیے کسی قوم نے بھی اپنے بزرگواروں کے متعلق ایسے ہتک آمیز و نفرت انگیز حالات بیان کرنے کی تکلیف گوارا کی ہے؟ اور پھر کاش کہ یہ سچے واقعات ہوتے۔ تاریخی اصول پر کوئی شیعہ ان مزخرفات کو واقعات ثابت کردے تو جب جانیں۔ اغلباً یہی وجہ ہے کہ طبقہ محققین محدثین نے ان روایات کیطرف آنکھ اُٹھا کر دیکھا تک نہیں۔ اور مورخین نے بھی ایسی روایات کو روافض کی مفتریات سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ بلکہ اور سُنئے کہ اسلام کے مخالف و موافق مستشرقین و محققین یورپ نے بھی اسلامی تواریخ پر قلم اُٹھاتے ہوئے ان عجیب و غریب کوائف کو محض تعصب پر محمول کر کے چھُوا تک نہیں۔ بلکہ یہی وجہ ہے کہ شیعوں نے خلفائے راشدین کے عہد کی تاریخ پر کوئی مستقل کتاب نہیں چھوڑی اور ملا باقر مجلسی کی بعض تصانیف مثلاً حیات القلوب وغیرہ میں اگرچہ عہد نبوی کے حالات ہیں۔ اور تیرہ سو برس کے بعد غالباً اس شرمناک کلنک کو دھونے کے لئے اس دورِ آخر میں شاہِ ایران کے وزیر اعظم لسان الملک نے دنیا جہان کی عربی و فارسی کتب تاریخ و سیر کو جمع کر کے ہزارہا روپیہ کا خرچ اُٹھا کر ناسخ التواریخ لکھی۔ مگر شاید شیعوں کے الزام سے بچنے کے لئے ائمہ معصومین والی روایات کو شامل کرنے کا التزام کرنے سے رُک نہ سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ اتنی بڑی ضخیم مجلدات والی شیعہ تاریخ کا مبصرین کی نگاہ میں کچھ وقار نہ رہا۔ اور اب امید نہیں کہ دوبارہ اس کے شائع کرنے کی تکلیف کوئی فریق مخالف یا موافق گوارا کرے ✣

واضح ہو کہ اہلبیت کرام کی تذلیل والی چند روایات جو مَیں نے اوپر بطور نمونہ کے ہدیۂ ناظرین کی ہیں وہ بھی زیادہ تر ناسخ التواریخ سے انتخاب کی ہوئی ہیں ✣

اب اس تمہید کو چھوڑ کر جو افسوس ہے کہ ذرا طویل ہو گئی ہے۔ میں اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں کہ شیعہ روایات میں واقعات کا عنصر کہاں تک برائے نام ہے۔ ذیل میں چند روایات ایک مشہور و معروف واقعہ کے ایک خاص اور ضروری حصہ کے متعلق ناسخ التواریخ سے ہی ہدیہ ناظرین کر دیتا ہوں۔ جس سے وہ خود بآسانی اندازہ فرما سکیں گے کہ میرا اعتراض واقعی درست ہے یا محض تعصب و حق پوشی

پر مبنی ہے ؛

معزز ناظرین آپ بخوبی جانتے ہیں کہ شیعوں کو جناب امام حسین علیہ السلام سے کس قدر حد سے زیادہ محبت ہے۔ اور اسی محبت کی بنا پر واقعہ کربلا کے حالات سے انکو کس قدر دلچسپی ہے اور تقریباً ہزار برس سے وہ واقعات شہادت کو کس طرح پر درد انگیز و دل آویز پیرایوں میں نظم و نثر کے ذریعے مفصل بیان کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ بعض وقعہ تو ان کے مشتاق مرثیہ خواں اور لسان ذاکرین اپنے زور بیان سے واقعات کا نقشہ ہو بہو سامعین و حاضرین کے سامنے کھینچ دیتے ہیں۔ لیکن باایں ہمہ ادعائے ہمہ دانی و شور و واویلائے مرثیہ خوانی وہ بیرونی دنیا پر بمشکل شاذ و نادر کر سکتے ہیں، واقعی طور پر سر مبارک حضرت حسینؑ مظلوم کہاں پر مدفون ہے؟ اس معمولی واقعہ کی چھان بین کے لئے جس سے ائمہ اہلبیت کرام اور ان کے بعد اُن کے ہمعصر شیعوں کو واقف ہونا از بس ضروری تھا۔ کیونکہ سر بلحاظ رفعت و عظمت خداداد وجود انسانی کا اشرف ترین حصہ ہے۔ لیکن اس کے متعلق جو روایات محققین شیعہ نے ذکر فرمائی ہیں۔ انکو ایک نظر دیکھ کر انصاف سے فرمائیے کہ آپ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں؟ اُن روایات کا ملخص یہ ہے :-

سر مبارک نجف اشرف میں جناب علیؑ کے پہلو میں مدفون ہے

۱- بحوالہ کتاب کامل الزیارت یزید بن عمرو بن طلحہ سے مروی ہے کہ اثنائے سفر براہ نجف میں بمقام حیرہ امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب سواری سے اُتر کر نماز پڑھی اور فارغ ہو گئے تو حضرت صادق نے اپنے صاحبزادے اسمعیل (جنکی طرف شیعہ شش امامیہ کا فرقہ اسمعیلیہ منسوب ہے) کو ارشاد فرمایا کہ اُٹھ اور اپنے جدّ بزرگوار حسین بن علی پر سلام پڑھ (جیسے کہ بعد نماز شیعوں میں زیارت پڑھنے کا دستور چلا آتا ہے) مَیں نے عرض کی کہ کیا امام حسین علیہ السلام تو کربلا میں نہیں ہیں فقال نعم ولکن لما حمل راسہ الی الشام مرقہ مولی لنا فدفنہ بجنب امیر المومنین۔ امام صادقؑ نے فرمایا کہ ہاں۔ لیکن بات یہ ہے کہ جب حسین علیہ السلام کا سر اطہر شام کو لئے جاتے تھے۔ ہمارے ایک دوست نے اسکو چرا لیا تھا اور آخر اس کو جناب علی علیہ السلام کے پہلو میں دفن کر دیا۔ ایک اور روایت

ہیں بھی مروی ہے جسکی سند امام صادق علیہ السلام تک پہنچتی ہے کہ آخر خدا نے اس کو جناب علی علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ فالراس مع الجسد والجسد مع الراس۔ پس سر جسم کے ساتھ ہے اور جسم سر کے ساتھ۔ کیونکہ جناب علیؑ اور حسینؑ ایک ہی نور سے پیدا ہیں +

واضح ہو کہ یہ نجف اشرف میں دفن کئے جانے والی روایت کافی میں بھی ہے۔ اور مینے ایک دفعہ ایک کربلائی شیعہ دوست سے بڑے شوق سے دریافت کیا تھا کہ نجف اشرف میں سر مبارک امام حسین مدفون ہے یا نہ ؟ تو اس نے اس کو مذاق پر محمول کیا۔ حالانکہ مینے ان روایات معتبرہ کی بنا پر دریافت کیا تھا کہ دیکھوں بیرونی طور پر بھی انکی تصدیق ہوتی ہے یا صرف کتابوں کے اوراق میں ہی یہ روایات بطور سر مکتوم مرقوم ہیں +

جنت بقیع مدینہ میں پہلوئے فاطمہ میں دفن ہے

۲۔ اور مروی ہے کتاب کافی و تہذیب میں کہ امام حسینؑ کا سر مبارک اپنی والدہ ماجدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پہلو میں مدفون ہے + صاحب مناقب نے بھی لکھا ہے کہ یزید نے سر مبارک کو عمرو بن سعید بن العاص حاکم مدینہ کے پاس بھیجدیا تھا۔ لیکن اس کو ناگوار گذرا کہ مجھ کو کیوں بھیجدیا۔ آخر اُس نے حضرت سیدہ کے پہلو میں بقیع میں دفن کر دیا +

ابن نما بھی کہتے ہیں کہ ایک جماعت کا اتفاق اسی پر ہے اور وہ اس طرح جانتے ہیں کہ عمرو بن سعید نے مدینہ میں ہی دفن کر دیا تھا +

دمشق شام میں

۳۔ منصور بن جہوار جب یزید بن معاویہ کے خزانہ میں داخل ہوا تو اُس نے ایک سُرخ تھیلا دیکھا۔ غلام کو کہا کہ اس کو احتیاط سے رکھو۔ اس میں بنی امیہ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ جب اس کو کھولا تو اس میں امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک تھا۔ پھر اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دمشق باب الفرادیس بُرج ثالث کے پہلو میں مشرق کیطرف دفن کر دیا +

مصر میں

۴۔ مصر والوں کی ایک جماعت کہتی ہے۔ کہ سر مبارک کا مدفن اُنکے شہر میں ہے جس کو مشہد کریم کہتے ہیں۔ ایک مقرر وقت میں اسکی زیارت کو جاتے ہیں۔ نواب رام پور کے سفرنامہ میر محامدی میں بھی اسکی تصدیق موجود ہے +

اپنے جسم کے ساتھ

۵- ایک گروہ کہتا ہے کہ سر مبارک کو شہر بشہر پھرا کر واپس لے آئے اور جسم مبارک کے ساتھ ملا دیا +

نامعلوم جگہ میں

۶- سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول صلعم اس کے ساتھ بہت مہربانی اور لطف کا اظہار فرماتے ہیں۔ سلیمان نے حسن بصری سے اسکی تعبیر پوچھی اور کہا کہ یزید کے خزانہ میں امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک رکھا ہے میں نے اسپر اطلس کا غلاف چڑھایا۔ اور اپنے ہمراہیوں سمیت اسپر نماز جنازہ پڑھی اور مقابر مسلمین میں سپرد خاک کر دیا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس مدفن کی بابت تحقیق و تلاش کی اور اس زمین کو کھودا اور سر مبارک کو نکال لیا۔ اور پھر کسی کو معلوم نہوا کہ اس نے اسکے ساتھ کیا کیا۔ چونکہ خیال ہے کہ وہ دیندار تھا۔ ممکن ہے کہ کربلا میں بھیجدیا ہو اور جسد مطہر کے ساتھ ملا دیا ہو

"چون گمان میرود کہ دیندار بود تواند شد کہ بہ کربلا فرستادہ و با جسد مطہر ملحق ساخت" +

کربلا میں

۷- صاحب عوالم لکھتے ہیں کہ علمائے امامیہ کا اتفاق اسپر ہے کہ وہ سر منور جسد مطہر کے ساتھ مل گیا۔ اور اسے امام زین العابدین علیہ السلام کربلا میں لے آئے اور دفن فرمایا۔ جیسے کہ روضۃ الشہدا میں لکھا ہے کہ سب شہدا کے سروں کو علی بن الحسین علیہما السلام کربلا میں لے آئے اور دفن کر دیئے +

پہلوے قبر جناب علیؑ میں

۸- اور بہت سی احادیث میں وارد ہے کہ امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مبارک قبر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پہلو میں دفن ہے +

و نیز در اخبار کثیرہ وارد است کہ سر حسین علیہ السلام در جنب قبر امیر المومنین سلام اللہ علیہ مدفون است +

ماخوذ از ناسخ التواریخ جلد ۲ کتاب ششم ذکر اختلاف اقوال مورخین آثار و محدثین اخبار در مدفن سر مطہر فرزند محمد مختار مطبوعہ ایران صفحہ ۳۷۵ و ۳۷۶ +

اختلاف در اختلاف

جیسے کہ ناظرین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ مدفن سر اطہر امام حسینؑ نمبر اول میں بتلایا گیا ہے

کہ کسی جان نثار نے اسکو رستے سے چُرا کر نجف اشرف پُہنچا یا۔ اور وہاں پر جناب علی علیہ السلام کی قبر کے پاس یا قبر کے اندر دفن کر دیا۔ اس کے بعد اسکی تاویل یوں کی گئی کہ کیوں نہو جناب علی اور امام حسین ایک ہی نور سے تو پیدا ہوئے ہیں۔ اگر حسینؑ سر ہیں تو جناب علی علیہ السلام اس کے جسم ہیں۔ پس سر جسم کے ساتھ جا کر ملحق ہو گیا ✣

لیکن مدفن نمبر ۲ میں جا کر بتلایا کہ سر مبارک اپنے اصل جسم کے ساتھ کربلا میں جا کر مل گیا امام زین العابدین علیہ السلام خود سر مبارک کو کربلا میں لے گئے تھے اور دفن فرما دیا تھا۔ اور ثبوت میں کتاب روضۃ الشہدا کا حوالہ دیا ہے ✣

لیکن موجودہ عصر کے محققین مثلاً میرزا حسین النوری الطبرسی شیعی نے اپنی مشہور کتاب لولو و مرجان میں تصریح تمام اس روایت زبان زد عوام کی تردید کر دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام معہ حرم ہائے محترم اہلبیت کرام شام سے لوٹتے ہوئے سیدھے مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور کربلا میں ہرگز نہیں گئے۔ اور اس سے پہلے ممکن نہیں کہ ابن زیاد جیسے ظالم کے پہرہ دار روئی آنکھ میں مٹی ڈالکر امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو لیکر وہ کربلا میں آئے ہوں اور دفن کر گئے ہوں۔ بلکہ شہدائے کربلا کا دفن کرنا جیسے کہ کتب مقاتل میں وارد ہے اور نیز جلاء العیون مجلسی میں بھی ہے۔ بنی اسد کے بعض لوگوں کی طرف منسوب ہے۔ جو کربلا کے قرب و جوار میں سکونت رکھتے تھے۔ اور واقعہ شہادت کے چند روز بعد انھوں نے ہی بتقاضائے اخوت اسلامی ریت میں جلتی ہوئی لاشوں کو سپرد خاک کر دیا ✣

نتیجہ

تو معزز ناظرین جب ایک ایسے مشہور واقعہ کے متعلق مرویات شیعہ سے ہم کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتے جس کا چرچا صدیوں سے چلا آتا ہے تو اس واقعہ ہائلہ سے جو ۶۱ھ میں ہوا جو واقعات چالیس پچاس برس پیشتر کے ہیں مثلاً واقعات سقیفہ و خلافت و فدک وغیرہ۔ ان کے متعلق یا انکی بعض جزوی کوائف کے متعلق محض شیعہ کی روایات کا کیا اعتبار رہ سکتا ہے؟ بلکہ از روئے انصاف و تحقیق جو روایات انکی روایات سے بھی پہلے کی ہوں۔ جیسے کہ کتب صحاح اہلسنت و کتب سیر و تواریخ اہلسنت میں ہیں۔ اور دنیائے اسلام میں جنکی شہرت اور مزاولت بھی بکثرت رہی اور تمام

مورخین اسلام و یورپ نے اکثر انہی سے تاریخی واقعات جمع کئے۔ کیوں نہ اُن ہی پر اکتفا کیا جائے۔ فہو المراد۔ والسلام علی من اتبع الہدی

خاکسار خادم حسین خادم
وکٹوریہ ہوٹل۔ کسولی

نور افشاں کی نار افشانی

۱۵۔ اپریل ۱۹۲۱ء کے نور افشاں میں ایڈیٹر صاحب نور افشاں نے مسیح ناصری کی الوہیت ثابت کرنیکے لئے عہد عتیق سے پانچ چھ دلائل پیش کی تھیں۔ جنکی تردید بوجہ احسن ہم نے جولائی ۱۹۲۱ء کے رسالہ تشحیذ الاذہان میں کر دی۔ اور ایڈیٹر صاحب نور افشاں کو دعوت دی۔ کہ علاوہ اس مضمون کے جواب کے تحریف بائبل پر بھی آپ بصد شوق مناظرہ کر لیں +

اس کے جواب میں ایڈیٹر صاحب نور افشاں کے اسسٹنٹ صاحب ۱۵ جولائی ۱۹۲۱ء کے پرچہ نور افشاں میں بعنوان "ہذیان تشحیذ الاذہان" ایک مضمون لکھتے ہیں جو بزعم اُن کے ہمارا جواب تصور کیا گیا ہے لیکن اگر حق و راستی دُنیا میں کوئی چیز ہے تو ہم پر و فیسر محمد اسماعیل ایم اے سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ کیا ہمارا جواب اس مضمون میں دیا گیا ہے + ہم سچ کہتے ہیں کہ بجز ہمارے سید و آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو مسیح ناصری سے اپنی ہر شان میں بڑھ چڑھ کر تھے۔ کوسنے کے کچھ جواب نہیں دیا گیا +

اس کے جواب میں ہم پادری غلام مسیح سے دریافت کرتے ہیں کہ معاندین و مخالفین کے الزامات کی وجہ سے اگر کسی کی صداقت و نبوت پر حرف آسکتا ہے تو پھر مسیح ناصری کی صداقت و نبوت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً غور فرماویں کہ یہودی۔ متی ۲۷/۶۳ میں مسیح ناصری کو پیلاطس کے سامنے **دھوکہ باز۔ فریبی** کہتے ہیں۔ اور یہ خطاب سردار کاہنوں اور قوم کے علماء فریسیوں کیطرف سے تھا۔ پھر یوحنا ۹/۱۲ میں اسے باغی یا مفسدہ پرداز کہتے ہیں۔ پھر متی ۱۱/۱۸ میں وہ خود اپنے ان الزامات کا اعادہ کرتا ہے۔ جو اسے علماء یہود کیطرف سے دیئے

گئے تھے۔ جو یہ ہیں "کھاؤ۔ پیو۔ شرابی آدمی۔ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار۔ بدروح کی جائے رہایش وغیرہ وغیرہ۔ پھر متی ۱۳/۵۵ میں مسیح ناصری کو نجار زادہ۔ بے معجزہ انسان وغیرہ کہتے ہیں۔ غرضکہ کہاں تک شمار کیا جاوے ؛

پس اگر مخالفین کی دشنام دہی والزامات سے کوئی نبی۔ یا مسیح۔ نبی یا مسیح نہیں رہ سکتا۔ تو پھر مسیح کی نبوت و مسیحیت پر بالکل پانی پھر جاتا ہے ؛

مگر نہیں ہم بھول گئے۔ شرفا کے نزدیک کسی کو گالی دینا تو بالائے طاق۔ معمولی غیر مہذبانہ الفاظ سے مخاطب کرنا بھی ایک سخت معیوب امر ہے۔ خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو۔ مگر جب پادری صاحب مخالفین و معاندین بلکہ معمولی سائلین کے حق میں بدکار۔ حرامکار۔ زنا کار پشت وغیرہ تلاوت کے عادی ہوں۔ تو اس کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے اور ہمیں کیا شکایت جس کو بنائے تہذیب میں شاگرد اپنے آقا کو ملعون یعنی لعنتی قرار دیں۔ وہاں ہم کس شمار میں ہیں ؛

آمدم برسر مطلب۔ پادری غلام مسیح کو ہم خوب جانتے ہیں۔ بٹالہ ضلع جالندھر میں ایک عام مجمع میں وہ ہم سے مناظرہ کر چکے ہیں اور سخت زک اٹھا چکے ہوئے ہیں۔ وہ تمام مباحثہ ریویو آف ریلیجنز قادیان میں چھپ چکا ہوا ہے جس پر آجتک غلام مسیح صاحب کچھ نہ لکھ سکے۔ اب آپ تحریری مباحثہ پر اترے ہیں۔ جو آپ کے لئے مفید نہیں بلکہ مضر ہی ہے۔ اس لئے چاہئے تھا۔ کہ جب وہ مضمون آپ کے ایڈیٹر صاحب پروفیسر محمد اسماعیل صاحب کا تھا۔ تو وہی جواب دیتے۔ تا آپکی جان خطرہ میں نہ پڑتی ؛

اور یہ جو آپ کہتے ہیں کہ وہ مضمون میرا یعنی اسسٹنٹ ایڈیٹر کا ہے بالکل غلط اور خلاف قاعدہ ہے کیونکہ اس مضمون کے خاتمہ پر وہ آپکی طرف منسوب نہیں کیا گیا جیسا کہ قاعدہ ہے۔ آپ نے جو مرادی معنے لئے ہیں۔ انکے متعلق دو حرفی جواب دیویں۔ کہ آپ کے پہلے مضمون کا عنوان "الوہیت کی عید نمائی" درست ہے یا غلط ؛

پھر آپ نے مسیح کی الوہیت پر جو دلائل قائم کی تھیں۔ انکی تردید ہم نے کر دی آپ نے پھر کیوں تائید نہیں کی۔ آپ کا یہ جواب ادھورا ہے یا مکمل ؛

دوئم۔ آپ کہتے ہیں۔ ہم خدا کو صرف بوجہ صفت ازلیت خدا تسلیم نہیں کرتے بلکہ ازلیت کے ساتھ دیگر صفات کو بھی مدنظر رکھتے ہیں

غلام مسیح صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے پہلے مضمون میں میکاہ ۵/۲ کی رو سے مسیح کو ازلی ثابت کرنا چاہتے تھے۔ مگر ہم نے اسکی تردید کی تھی۔ علاوہ دوسری تردید دلائل کے یہ بھی سمجھایا تھا۔ کہ صرف ازلیت کی وجہ سے کوئی خدا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسری صفات کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پس غلام مسیح صاحب کو چاہیئے تھا کہ وہ اپنی اس دلیل کو قائم رکھنے کے لئے مسیح کی اُلوہیت کی تمام لازمی صفات بھی ساتھ ہی پیش کر دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ پس دعویٰ ہمارا قائم رہا۔ گویا یکطرفہ ڈگری دیکر پادری صاحب اپنی ترقی پر تل بیٹھے ہیں + ۲

اس کے بعد پادری صاحب بڑی جرأت و دلیری سے تحریف بائبل پر بھی بحث کرنے کے لئے تیار معلوم ہوتے ہیں۔ پس بسم اللہ کر لیجئے۔ لیکن اگر انسانیت کچھ چیز ہے تو پھر اس میدان سے پہلے کی طرح نہ بھاگئے گا +

پس معلوم ہو۔ کہ انسپائریشن اور ریوائزڈ ورشن ہر دو ورشنوں میں آج سے کچھ عرصہ پہلے تک انجیل یوحنا باب ۵ آیت ۴ یہ تھی "کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اُتر کے پانی کو ہلاتا تھا۔ اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اُترتا۔ خواہ کیسی ہی بیماری میں گرفتار ہوا ہو۔ اس سے چنگا ہو جاتا تھا" دیکھو انجیل مطبوعہ ۱۸۸۹ء +

مگر غلام مسیح پر واضح ہو کہ آجکل کی موجودہ انجیل یوحنا میں یہ تین سطر بالکل ندارد ہیں۔ یہ کوئی لفظ نہیں اُڑایا گیا۔ کوئی ایک آدھ فقرہ نہیں اُڑایا گیا بلکہ پوری تین سطور اُڑا دی گئی ہیں۔ جس سے صاف ثابت ہو گیا۔ کہ پہلی عبارت الحاقی تھی۔ جو خدا کا کلام نہ تھا۔ اور یا اگر خدا کا کلام تھا تو اب نہیں رہا۔ تحریف کے معنے کسی سے دریافت کر لیں تو پھر بتا دیں کہ یہ تحریف ہے یا نہیں +

دوسری تحریف لفظی۔ ۱۸۸۹ء کے خط یوحنا ۱ کے ۵/۶ کی یہ عبارت تھی "یہ وہی ہے جو پانی اور لہو سے آیا۔ یعنی یسوع مسیح جو نہ فقط پانی میں بلکہ پانی اور لہو میں ہو کر آیا۔

اور رُوح وہ ہے جو گواہی دیتی ہے کیونکہ رُوح برحق ہے کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ۔ بیٹا۔ اور رُوح القدس۔ اور یہ تینوں ایک ہیں"۔ مگر موجودہ انجیل میں خط مذکور کی محولہ عبارت یُوں ہے۔ "یہی ہے جو پانی اور لہو کے وسیلے سے آیا تھا۔ یعنی یسُوع مسیح۔ وہ نہ فقط پانی کے وسیلے سے۔ بلکہ پانی اور خون دونو کے وسیلے سے آیا تھا۔ اور جو گواہی دیتا ہے وہ رُوح ہے کیونکہ رُوح سچائی ہے اور گواہی دینے والے تین ہیں۔ رُوح اور پانی اور خون اور یہ تینوں ایک ہی بات پر متفق ہیں"۔

پادری صاحب! اگر آپ تھوڑی سی بصیرت بھی رکھتے ہونگے تو صاف طور پر تحریف آپ کو نظر آجائیگی۔ کہاں باپ۔ بیٹا اور رُوح القدس۔ کہاں رُوح اور پانی اور خون فرمائیے تحریف ہوئی یا نہیں۔

تیسری دلیل۔ اب آپ تورات کی تحریف پر غور فرما دیں :-

تورات کتاب استثنا باب ۳۴ آیت ۵ یوں ہے "سو خداوند کا بندہ موسیٰ خدا کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مرگیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فعور کے مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اُسکی قبر نہیں جانتا۔ اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ایک صد بیس برس کا تھا نہ اُسکی آنکھیں دھندلائیں اور نہ اُسکی تازگی جاتی رہی۔ سو بنی اسرائیل موسیٰ کے لئے موآب کی سرزمین میں تیس دن تک رویا کئے۔ اور اُن کے رونے پیٹنے کے دن موسیٰ کے لئے تمام ہوئے"۔

پادری صاحب! آپ خیال فرماویں۔ موسیٰ پر یہ الہام ہو رہا ہے۔ کہ "موسیٰ مرگیا اور ایک صد بیس سال اُسکی عمر تھی وغیرہ۔ کیا اسکی تحریف ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ ذرا مفصل جواب دیویں۔ پادری صاحب بالفعل تثلیث کے ثلاثہ اقانیم کے مطابق ثلاثہ دلائل تحریر ہیں پہلے آپ ان کا جواب لکھیں۔

آپ کا اخبار آج پھر ہمیں ملا۔ جس میں آپ نے بہت سا مصالہ کی بدیں وجہ تعریف درج کی ہے۔ کہ انھوں نے شرابخانوں کو بند کر دیا ہے۔ مثلاً ترکی وغیرہ۔

یہ پڑھ کر ہمیں خیال ہوا۔ کہ یہودی جو مسیح کو شرابی آدمی کہتے تھے۔ شائد یہ بات

پادری صاحب کے نزدیک کوئی بُری نہو۔ کیونکہ قانائے گلیل والا شراب خانہ انکے دل پر بطور اعجاز مسیحائی نقش ہوگیا ہوگا۔ لہذا اگر یہود کے اس خطاب کو آپ بُرا نہ سمجھئے تو مجھے معذور ٹھہرائیں۔ جواب طلب ضروری۔

بندہ عبدالخالق قادیان

ہاں شمر بن ذی الجوشن بھی شیعہ تھا

اپنے مخدوم و مولا امام حسین علیہ السلام کے واقعات شہادت کی تحقیق میں جب خداوند کریم نے عاجز پر اس حقیقت کا اظہار فرما دیا۔ کہ قاتلانِ حسینؑ شیعہ تھے۔ اور پھر میں کئی برس تک اس امر کو کتب مقاتل و تواریخ معتبرہ کے حوالوں سے رسالوں اور اخباروں میں شائع کرتا رہا اسپر ہمارے شیعہ احباب بغیر تحقیق و غور و خوض کرنے کے معلوم ہُوا کہ بہت ہی آزردہ خاطر اور سیخ پا ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کو اس قسم کے اظہار میں جو امر واقعہ ہے اور جس کا اعلان خاص مصلحت پر مبنی ہے۔ بجائے تسلی کے اور شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ مثلاً بعض تو کہتے ہیں کہ خادم حسین یونہی بڑی بڑی کتابوں کے نام لکھ کر اناپ شناپ حوالے لکھ دیتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا یہ ادعا سراسر بے بنیاد و بیجا ہے۔ بھلا جو اشقیاء حضرت سید الشہداء کے جان کے دشمن اور قتل میں شریک ہوئے وہ شیعہ کیسے تھے۔ اور کونسا عقلمند ان کو شیعہ قرار دے سکتا ہے؟ اور کیا شمر ملعون بھی شیعہ تھا؟ ایسے دوستوں کو واضح ہو کہ سب سے پہلے میں آپ سے دریافت کرنیکی اجازت چاہتا ہوں۔ کہ خدارا فرمائیے۔ آجتک بیسیوں کوئی جواب بھی محض اپنی ذاتی رائے سے قلمبند کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر کوئی حوالہ کسی کتاب کا انشاء اللہ ایسا نہیں دیا۔ جو پہلے اپنی آنکھ سے اصل کتاب میں دیکھ نہ لیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آجتک میرے کسی حریف نے مجھ پر غلط حوالہ دینے کا الزام نہیں لگایا۔ اور یہ خاص خدا کا فضل ہے۔ البتہ ایسا ممکن ہے کہ

کسی موقعہ پر جلدی کے مارے ایسی فروگذاشت ہوگئی ہو۔ جسکو میں ثابت کرسکونگا۔ کہ بتقاضائے بشریت ہُوا۔ اس قسم کا سہو و نسیان قابل درگذر ہے۔ جیسے کہ میرے مشہور مضمون تحقیق امام آخر الزمان مطبوعہ تشحیذ ماہ جون سنہ ۱۹۱۵ء میں بعض موقعوں پر مجھ سے سرزد ہو گیا۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ماہ جون کی گرمی تھی اور میں مقدمہ تپ دق میں مبتلا اور غریب خانہ بھیرہ میں ہی مقیم تھا۔ اور مضمون مذکور تین دن میں لکھ کر قادیان بھیجدیا تھا کیونکہ حسب الایمائے حضرت مولٰنا خلیفۃ المسیح ثانی انار اللہ برہانہ اسکو جلدی شائع کرانا منظور تھا۔ کتاب اصول کافی جس کے بعض صفحوں پر تین تین چار چار مختلف ابواب مرقوم ہیں۔ اس قسم کی حالت میں عاجز نے ایک دو احادیث کا ذکر کرتے ہوئے بجائے باب متعلقہ کے دوسرے باب کا (جو اس کے بالکل متصل تھا خواہ نیچے یا اوپر) حوالہ لکھ دیا۔ چنانچہ جن لوگوں کو اصول کافی دیکھنے کا اتفاق ہو۔ وہ مقابلہ کرکے میرے قول کی تصدیق فرما سکتے ہیں کہ حدیث محولہ خواہ اس باب میں تو مفقود لیکن اسی صفحہ پر ضرور موجود ہے۔ افسوس ہے کہ میرے حریفوں نے اس معمولی فروگذاشت سے ناجائز فائدہ اُٹھایا۔ اور اس کا جواب لکھنے کے وقت بجائے احقاق الحق کے اصول پر کاربند ہونے کے ہار جیت والی ترکیب کو استعمال فرمایا۔ خواہ وہ کیسی ہی غیر مستحسن ہو۔ یعنی یوں لکھ دیا کہ فلاں باب محولہ میں ایسی کوئی حدیث ہی نہیں ؛

اب دوسرے امر کے متعلق کہ قاتل حسینؑ کیسے شیعہ علیؑ ہو سکتا ہے؟ اور اس کو شیعہ علیؑ سے موسوم کرنا کہاں کی عقلمندی ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ اگر شیعہ کی تعریف یہ ہے کہ جو شخص خاندان نبوتؐ سے محبت رکھے اور انکے دشمنوں کو دشمن جانے۔ جان و مال انکی حمایت میں دریغ نہ کرے۔ تو بیشک یہ لوگ اس ارتکاب عظیم سے پہلے انہی اوصاف سے متصف تھے ؛ رہا یہ امر کہ جب انھوں نے امام حسینؑ علیہ السلام کو قتل کیا تو وہ کیسے شیعہ رہے۔ میرے دوستو۔ یہاں یہ سوال نہیں ہے کہ قاتلانِ حسین بعد از ارتکاب قتل کے بھی شیعہ رہ گئے یا نہ؟ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ قبل قتل امامؑ کے ان کا تعلق جماعت شیعہ سے ہی تھا۔ اور بس۔ باقی رہی یہ بحث کہ اگر شیعہ ہوتے تو امام حسین علیہ السلام کو شہید ہی کیوں کرتے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے یہود اسکریوطی کی بابت جس نے تیس درہم لیکر یسوع مسیح

کو پکڑوا دیا تھا۔ کہا جائے کہ وہ منجملہ بارہ حواریوں کے مسیح کا حواری نہ تھا۔ کیونکہ اگر حواری ہوتا تو وہ اپنے محترم پیشوا کو کس طرح خونخوار دشمن یہودیوں کے حوالے کر دیتا +

یا یوں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نسبت کہا جائے کہ وہ اُنکے بھائی نہ تھے بھائی ہوتے تو ایسے عزیز الوجود بھائی کو کیوں کنوئیں میں دھکیل دیتے اور تھوڑے درہموں کے عوض میں بنی اسمٰعیل سوداگروں کے ہاتھ بیچ دیتے +

ہمارے شیعہ دوستوں کو ایک بڑی بھاری غلطی یہ لگی ہوئی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ شیعہ کبھی اپنے عقیدہ سے برگشتہ نہیں ہوئے۔ جیسے کہ دوسرے پیروان مذاہب میں یہ نقص عام طور پر ہے۔ لیکن یہ سب غلط فہمی واقعات و حالات سے واقف نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہر زمانہ میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں کہ نہ صرف عام لوگوں میں سے بلکہ خواص میں سے بھی عقیدہ تشیع سے تائب و برگشتہ ہو کر زمرۂ اہلسنت والجماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ اغلب ہے کہ بعض شیعوں میں سے دوسرے غیر مسلم مذاہب میں بھی چلے گئے ہونگے۔ اور پھر موجودہ زمانہ میں خاص طور پر اس قسم کا ادعائے بیجا کب قابل تسلیم ہو سکتا ہے جبکہ خاص مملکت ایران سے جس میں شیعہ آبادی کا عنصر بہت زیادہ ہے لاکھوں مرتدین شیعہ تشیع کے پرانے جوئے کو اُتار کر محمد علی باب اور بہاء اللہ باب کی جماعت میں داخل ہو کر بابی ہو چکے اور باوجود شاہانِ ایران اور مجتہدان عظام کی متفقہ کوشش قتل عام و غارت بے دریغ کے یہ لوگ اپنے عقیدہ سے دست بردار نہیں ہوئے۔ جس کو یقین نہ ہو وہ ذرا خواجہ غلام الثقلین صاحب پانی پتی کے سفرنامہ میں ان حالات کو ملاحظہ کرنے کی تکلیف گوارا کرے۔ جنہوں نے لکھا ہے کہ وہاں بابیوں کی تعداد چار لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اور اتفاق سے اسکی تصدیق بعد ایک جدید انسائیکلو پیڈیا سے بھی مجھ کو ہو گئی۔ جو خاص مذاہب عالم پر مرتب ہو رہا ہے جو انگریزی خواں چاہے۔ حرف بی کے ضمن میں فرقہ باب کے حالات کو ملاحظہ کر کے تسلی کر لے +

پھر اگر اس اصول کو ذرا اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو اسکی غلطی زیادہ تر واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً جس طرح شیعہ کہتے ہیں کہ شیعہ کبھی سُنّی نہیں ہو سکتا۔ اور قتل امام مظلوم

کا الزام بھی وہ اپنی ذات پر نہیں بلکہ اہلسنت پر ہی دھرتے ہیں یعنی یہ کہ قاتلانِ حسین اہلسنت تھے۔ اسی طرح ہزاروں سنّی جو اب تک ہند و ایران میں طوعاً و کرہاً شیعہ ہو گئے۔ یا شاہانِ وقت کے جبر و تشدد وغیرہ ذرائع سے شیعہ بنائے گئے۔ اور شیعہ انکی نسبت فخریہ کہتے ہیں کہ آخر مذہب حق کو انھوں نے قبول کر لیا۔ اہلسنت بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو سُنّی شیعہ ہو گئے وہ سرے سے سُنّی ہی نہ تھے۔ اور اسی طرح جو عیسائی و ہنود و آریہ وغیرہ مذہب اسلام قبول کر لیتے ہیں اور مسلمان فخریہ کہتے ہیں کہ دیکھو اسلام کی صداقت کو کہ ایسے ایسے منکروں نے بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ انکے جواب میں عیسائی اور ہندو صاحبان بھی کہہ سکتے ہیں کہ صاحبان وہ بد اعتقاد عیسائی اور ہندو ہی کب تھے؟۔ جو مسلمان ہو گئے۔ اگر سچے عیسائی اور ہندو ہوتے تو ہرگز اپنے مذہب سے برگشتہ ہو کر ہرگز مسلمان نہ ہوتے؟۔

امید ہے کہ یہ تفصیل معہ تمثیل جو ایک عرصہ کی خاموشی کے بعد شیعوں کے متواتر طعن و تشنیع اور تعرض بیجا کو سُن سُنکر قلم بند کر کے شائع کی جاتی ہے۔ شیعہ دوستوں کی تسلی کے لئے کافی ہو گی۔ اس کے علاوہ اب میں خاص **نفس مضمون** کیطرف رجوع کرتا ہوں جسمیں مجھ کو ثابت کرنا ہے کہ ہاں "شمر ملعون" بھی شیعہ تھا۔ اور جس کو بغور ملاحظہ کرنیکے بعد ان شاء اللہ انکی پوری تشفی ہو جائیگی۔ کہ قاتلانِ امام حسین علیہ السلام دراصل واقعی شیعہ تھے اور "شمر ملعون" بھی شیعہ تھا اور شیعہ بھی کس کا شیعہ؟ شیعہ عثمانؓ؟ نہیں نہیں بلکہ شیعہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام تھا +

شمر کا حسب و نسب

شمر ایک صحابی کا بیٹا ہے جس کا باپ سب سے پہلا عرب ہے جس نے جوشن یعنے زرہ کا استعمال کیا۔ اسواسطے ذی الجوشن سے مشہور ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ زرہ اس کو ایران کے بادشاہ کسریٰ نے دی تھی +

(منتخب اللغات)

شمر بن ذی الجوشن کے حالات و تعلقات خاندان نبوت کے ساتھ

دیگر واضح ہو کہ شمر کا تعلق عرب کے قبیلہ بنی کلاب سے ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام کے جان نثار بھائی اور علم بردار عباسؑ

علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ام المومنینؑ اسی قبیلہ کے سردار کی صاحبزادی تھیں۔ اور جناب علیؑ علیہ السلام نے ایک خاص اہتمام سے اور ایک خاص غرض کو پورا کرنے کے لئے اس قبیلہ کے ساتھ اپنا پیوند پسند فرمایا تھا جیسے کہ ذیل کی روایت سے واضح ہوگا +

حضرت ام المومنین کا انتخاب

فاضل شیعہ مورخ لسان الملک فرماتے ہیں:۔

"در خبر است کہ امیر المومنین علیہ السلام برادر خود عقیل را فرمود کہ تو عالم بانساب عربی زنے از بہر من اختیار کن۔ کہ برائے من فرزندے بیارد کہ فحل و فارسِ عرب باشد۔ عرض کرد کہ ام البنین کلابیہ را تزویج کن کہ شجاع تر از پدران او ہیچکس در عرب نبود۔ پس امیر المومنین علیہ السلام او را بشرط زنی بہ سرائے آورد و او مادر عباسؑ و دیگر فرزندان است چنانچہ مذکور مے شود۔ ازیں جاست کہ شمر بن ذی الجوشن علیہ اللعنۃ کہ از بنی کلاب است در کربلا خط امان از برائے حضرت عباس علیہ السلام آورد"۔ ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعہ ایران ص ۳۰

ترجمہ۔ روایت ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنے بھائی عقیلؓ کو فرمایا کہ آپ اہل عرب کے حسب و نسب کو خوب جانتے ہیں میرے واسطے ایسی زوجہ انتخاب کرو۔ جس سے ایک ایسا فرزند نرینہ پیدا ہو جو عرب کے نامدار شہسواروں میں سے ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ ام المومنین کلابیہ کو زوجیت میں لے لیجئے۔ کیونکہ اس کے باپ دادوں سے بڑھ کر عرب میں کوئی بہادر ہوا نہیں۔ پس جناب علی علیہ السلام نکاح کر کے ان کو اپنے دولت خانہ میں لے آئے۔ اور عباسؑ اور دوسرے صاحبزادوں کی والدہ ماجدہ وہی ہیں جس کا ذکر آگے آئیگا۔ اور یہی باعث ہے کہ شمر ذی الجوشن ملعون جو بنی کلاب سے ہے واقعہ کربلا میں امان کی دستاویز عباس علیہ السلام کے لئے لے آیا تھا +

شمر جناب علی علیہ السلام کا سالہ اور عباس علمبردار کا ماموں

وہی فاضل مورخ لکھتے ہیں:۔

"شمر از لشکرگاہ خود بیرون شد و با معسکر حسین رفت راہ نزدیک کرد و با علی صوت ندا داد کہ "اَیْنَ بنو اُختی عبداللہ و جعفر و عباس و عثمان؟" "پسرہائے خواہر من کجایند مرا با ایشاں سخنے است۔ ناسخ ص ۲۴۲

ترجمہ۔ شمر اپنے لشکرگاہ سے نکل کر امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے نزدیک آیا۔

اور بلند آواز سے پکارا کہ میرے ہمشیرہ زادے عبداللہ و جعفر و عباس و عثمان کہاں ہیں ؟ کہ مجھے اُن سے کچھ بات کرنا ہے ؛

شمر کا تشیع

واضح ہو کہ شمر کا نام صرف واقعہ کربلا میں ہی نہیں بلکہ مشہور و معروف واقعہ صفین میں بھی جو درمیان جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام اور امیر معاویہؓ کے مقابلے ہوئے خاص قابل ذکر ہے۔ لیکن وہاں اسکی حیثیت بالکل جداگانہ ہے یعنی ایسے کڑے اور پُرابتلا زمانہ میں بجائے امیر معاویہؓ اور اس کے لشکر شام کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہونے کے خاص اصحاب علی علیہ السلام میں داخل اور موالیان اہلبیت کرام میں شامل تھا۔ اور وہ بھی آجکل کے بعض شام کے شیعیان علی اور فدایان علی کی طرح نہیں بلکہ دشمنان علیؓ کے مقابلہ میں ایک سچا جان نثار تبرد آزما اور فداکار باوفا ہے۔ وہ معاویہ اور معاویہ خیلوں کا سخت خونخوار دشمن اور جناب علی کی حمایت کے جوش میں شمر سینہ سپر شمشیر و سناں و خنجر و کمان سے آراستہ و پیراستہ نظر آتا ہے ؛

ان واقعات کے ہوتے ہوئے کون ہے جو شمر کو بجائے شیعہ کے سُنی کہے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر تولا و تبرا کا زرّین معیار شیعوں میں صدر اول سے لیکر آجتک مسلّم چلا آتا ہے اور واقعی وہ سچا معیار ہے جیسے کہ شیعوں کا دعویٰ ہے تو بسم اللہ شمر کا یہ دستور العمل زندگی جو خاص دور خلافت مرتضوی میں آفتاب نصف النہار کی طرح نمایاں و عیاں ہے اس پر اس کو پرکھ لیجئے۔ اور پھر انصاف سے فرمائیے کہ وہ جناب علی علیہ السلام کا جان نثار شیعہ تھا یا نہیں ؟ موجودہ اثنا عشری شیعوں کو تو اپنے امام زمان کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ان سے فیض حاصل کرنا یا اُنکے ہمرکاب ہو کر شمر کی طرح سینہ سپر اور سر بکف ہو کر اعدائے امام سے جہاد کرنا تو درکنار انکو اپنے امام کا دیدار بلکہ دُور سے امام کے گھوڑے کا غبار بھی دیکھنا نصیب نہیں ہو سکتا۔ ہاں عنقا کی طرح امام کا خالی نام ہی نام سُن کر پھولے نہیں سماتے۔ بقول شخصے۔ نہ دیکھا نہ بھالا اور صدقے گئی خالہ۔ اور خواہ مخواہ ہر نماز کے بعد امام موہوم کی زیارت میں عَجِّلْ فَرَجَہٗ عَجِّلْ فَرَجَہٗ پڑھ پڑھ کر عوام کو جھوٹی امید میں دلاتے اور اپنا دل پرچاتے رہتے ہیں ؛

لیجئے اب شمر کی جان نثاری کا موقعہ بھی اُسی معتبر شیعہ تاریخ سے اصل عبارت فارسی میں معہ ترجمہ عرض کرتا ہوں۔ تعصب کی پٹی اُتار کر ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے گا ؎

فاضل متورخ مالک بن جریر نہشلی جان نثار جناب علی کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مالک شہید مذکور کا مدمقابل بشیر بن عقبہ ایک کوفہ کا باشندہ تھا۔ جو مال اور منصب کے لالچ میں معاویہ کے لشکر میں تعینات تھا۔ میدان میں نکل آیا۔ اور مقابلہ کی خواہش کی۔ جناب علی علیہ السلام کے لشکر سے مالک بن الحجاج اس کی طرف بڑھے۔ دونو نے نیزہ سے لڑائی شروع کردی۔ مالک بشیر کے ہاتھ سے زخمی ہو گئے ؎

آں گاہ شمر بن ذی الجوشن ×× از سپاہ امیر المومنین بمیدان تاخت و مبارز خواست۔ ادہم بن محرز از لشکر معاویہ بیروں شد و با شمشیر کشیدہ بر شمر تاختن کرد۔ و ہر دو با شمشیر نبرد آغاز کردند۔ چوں زمانے باہم بگشتند۔ ادہم بن محرز فرصتے بدست کرد تیغ براند و جراحتے سخت بر پیشانی شمر آورد و شمر نیز جلد کرد۔ شمشیر بزد لکن زخم او کارگر نیفتاد۔ لاجرم بصف خود شتافت و دمے آب بیاشامید۔ و نیزہ خود برگرفت و بسوئے میدان مراجعت کرد۔ و ایں شعر قرأت نمود ؎

اِنّی زعیم لاخی باھلہ ۔ بطعنۃ ان لم امت عاجلہ

وضربۃ تحت الوغی فاصلہ ۔ شبیھتہ بالقتل او قاتلہ

و بر ادہم حملہ بُرد۔ ادہم ہمچناں پائے برجائے بود۔ چوں شمر را بداں گونہ دید۔ دیگر بارہ بجنگ در آمد دریں کرّت نصرت با شمر اُفتاد۔ و نیزہ بزد و او را از اسپ در انداخت قوم آدہم بر او گرد آمدند۔ و او را از قتل برہانیدند و بصف خویش باز بُردند۔ شمر گفت ایں زخم بجائے آں جراحت است کہ بر پیشانی من آمد و ایں وقت از روز نماز دیگر بود"

ناسخ التواریخ جلد سیم از کتاب دوئیم کتاب صفین مطبوعہ ایران ص ۲۶۳ ؎

ترجمہ۔ پھر شمر بن ذی الجوشن جناب علی کے لشکر سے نکلا۔ اور اپنا مدمقابل طلب کیا۔ لشکر معاویہ سے آدہم بن محرز سامنے آیا۔ اور تلوار سونت کر شمر پر حملہ آور ہوا۔ اور دونوں نے تلوار سے لڑائی شروع کردی۔ جب تھوڑی دیر مقاتلہ کر چکے۔ ادہم بن محرز

نے موقعہ پاکر تلوار کا وار کیا اور شمر کی پیشانی پر ایک کاری زخم لگایا۔ شمر نے بھی جلدی سے تلوار ماری لیکن کاری زخم نہ لگا۔ ناچار اپنی صف میں دوڑ آیا۔ تھوڑا پانی پیا۔ اور اپنا نیزہ ہاتھ میں لیکر میدان جنگ کی طرف واپس چلا گیا۔ اور رجز خوانی کرنے لگا ؎

؎ میں اپنے بھائی باہلہ کے بارے میں اس بات کا ذمہ دار ہوں کہ اگر مر نہ گیا تو نیزے کا ایسا کاری حملہ کرونگا۔ جو ایک دم کام تمام کر دیگا۔ یا جنگ میں تلوار سے ایسا حملہ کرونگا۔ جو قتل کے لئے ٹھیک ٹھیک مناسب واقعہ ہوگا۔ بلکہ قتل کر کے ہی چھوڑوں گا ؎

ادہم پر حملہ آور ہوا۔ لیکن وہ اُسی طرح اپنے پاؤں جمائے کھڑا رہا۔ جب شمر کو اس طرح دیکھا۔ دوبارہ جنگ کرنے لگ گیا۔ اس دفعہ نصرت شمر کے شامل حال رہی۔ اس کو ایسا نیزہ مارا کہ گھوڑے سے گر پڑا۔ ادہم کی قوم کے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اسکو قتل ہوتے ہوتے بچالیا۔ اور پھر اُسے اپنی صف میں لے گئے۔ شمر نے کہا۔ یہ اس زخم کا جواب ہے جو میری پیشانی پر لگایا تھا۔ اور یہ دن کی نماز عصر کا وقت تھا ؎

شیعہ دوستو! اب تو شمر کا بھی شیعہ ہونا مَیں نے آپ پر آپکی کتب معتبرہ سے ہی ثابت کر دیا۔ میرے اس دعوے کی صداقت کو اب بھی مانو گے یا نہ؟ کہ قاتلانِ امام حسینؑ علیہ السلام شیعہ تھے؟ ہاں اس قدر میں ماننے کو تیار ہوں کہ بعد قتل امامؑ عالی مقام وہ بدبخت شقی القلب ہرگز شیعہ نہیں رہے۔ بشرطیکہ اس قدر آپ بھی اقرار کر لیں کہ واقعہ کربلا سے پہلے وہ بیشک شیعہ اثنا عشریہ نہ سہی۔ لیکن شیعہ علی علیہ السلام ضرور تھے ؎

والسلام خاکسار

خادم حسین۔ کوہ کسولی۔ ۲۷ جون سنہ ۲۱ء

خالص مومیائی جو بطور ایک نادر تحفہ کے ہمارے پاس ہے نہایت خالص اور اعلیٰ قسم۔ قیمت ایک روپیہ تولہ ؎

مرہم عیسیٰ یہ مرہم ہر قسم کے زخموں۔ جلدی بیماریوں۔ پھوڑے پھنسیوں۔ خنازیر خارش یرقان اسیر کا علاج ہے۔ ڈبیہ کلاں ایک روپیہ چار آنہ ؎

صحیفۂ کبیر

حمام والی گلی (لکھنؤ) میں کوئی صاحب ہیں سجاد حسین جوہری نام۔ ان کے ایک خط کے جواب میں ہمارے بھائی مرزا کبیر الدین احمدؐ نے اپنی ایک نظم اور مضمون بھیجا ہے جو اب تک چھپ نہ سکا بوجہ عدم گنجایش۔ نظم کے دو ایک شعر درج کرتا ہوں ؎

کیا یہ تحقیق ہے اڑ بیٹھے ہو اس رائے پہ تم
ان تفاسیر کو بھی ہاتھ لگایا ہوتا

دیکھتے حضرت رازی کی جو تفسیر کبیر
سوچتے۔ مردے کو زندہ نہ بتایا ہوتا

آل عمران میں ہے لفظ توفی اس سے
زندہ عیسیٰ کو بھلا کر کے دکھایا ہوتا

بعثتِ ثانیٔ احمدؐ کے سمجھنے کے لئے
سورۂ جمعہ ذرا دل میں بسایا ہوتا

جوہری! لعل محمدؐ کے پرکھنے کے لئے
جوہرِ صدق و صفا تم نے دکھایا ہوتا

جبکہ خدا تعالےٰ نے توفیتنی حضرت مسیح کے حق میں فرمایا تو پھر کیونکر ہو سکتا تھا کہ اجماع حیات مسیح پر ہوتا۔ بلکہ اسلام میں تو اوّل اجماع اسی بات پر ہوا کہ جمیع انبیاء جناب سے پہلے کے فوت ہو چکے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے وما محمدٌ الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ×× توفیٰ کے معنی یہی ہیں۔ قبض رُوح۔ سو حضرت مسیح کی رُوح قبض کی گئی اور رُوح ہی کو بلند کیا گیا۔ آسمان کا لفظ بل رفعہ اللہ والی آیت میں کہاں ہے۔ اگر بجسم خاکی حضرت مسیح آسمان پر پرواز کر گئے تھے تو حضرت امام مالکؒ یوں نہ فرماتے مات۔ اور نہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی یوں فرماتے۔ رفع عیسیٰ علیہ السلام اتصال روحہ عند المفارقۃ عن العالم السفلی بالعالم العلوی پس طلب اُٹھائے جانے کا یہ ہے کہ عالم سفلی سے مفارقت کے وقت انکی رُوح عالم علوی سے جا ملی۔ امام ابن حزم کا بھی یہی مذہب ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو گئے۔ حضرت ابن عباس علیہ السلام نے انی متوفیک کے معنے ممیتک فرمائے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات فرمائی ہے۔ عن ابن عباس انہ یجاء برجالٍ من امتی فیوخذ بھم ذات

الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَادُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا توفیتنی کنت انت الرقیب عَلَیْهِمْ - اس حدیث میں آنحضرتؐ نے اپنے قصہ اور مسیح بن مریم کے قصہ کو ایک ہی رنگ کا قصہ قرار دیکر وہ ہی لفظ فَلَمَّا توفیتنی کا اپنے حق میں استعمال کیا ہے جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فَلَمَّا توفیتنی سے وفات مراد لی ہے کیونکہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ آنحضرتؐ فوت ہوکر مدینہ منورہ میں مدفون ہیں +

حضرت مرزا صاحب کو جب تک وحی نہ ہوئی تھی تب تک مسلمانوں کے رسمی عقیدے پر یہی سمجھے تھے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں لیکن جب خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ آنے والا ابن مریمؑ تو ہی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ - تو پھر حضرت مرزا صاحب کو پہلے مسیح کی وفات قبول کرنی پڑی - اب میں آپ کو استفتا سناتا ہوں اور وہ یہ ہے - مذہب احمدیہ یعنی جو لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہیں وہ مسلمان ہیں یا نہیں اور اُن سے مناکحت و مواکلت جائز ہے یا نہیں -

الجواب

وہ مسلمان ہیں اور تمام احکام مسلمانوں کے ان سے متعلق ہیں اور ان سے بلا تکلف مناکحت جائز ہے -

دستخط مولٰنا شبلی نعمانی لکھنؤ

تاریخ ۴ - اپریل ۱۹۱۲ء

اسی طرح اور ایک بڑی عبارت عربی میں مفتی عبداللہ صاحب مرحوم ٹونکی کا فتوےٰ ہے چاہو تو آشیانہ کبیر میں آکر دیکھ جاؤ - بخوف طوالت صاحب اخبار کو ارسال نہ کرسکا کہ تشحیذ میں جگہ نہیں (جگہ نکال لیجائیگی دونو بھیجدین عکس کرادونگا - ایڈیٹر)

ماسوائے اس کے حدیث لا نبی والی کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور یہی وہ حدیث ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام متوفی کو اس فلکی اسٹیشن سے اس غمکدہ میں دوبارہ آنے سے روکتی ہے سو آپ باواز بلند کہیں کہ درحقیقت عیسیٰ علیہ السلام بعد خاتم النبیینؐ

کے ہرگز ہرگز نہیں آسکتے۔ کیونکہ وہ نبی اللہ امتی نہیں بلکہ بنی اسرائیل کا نبی ہے جسکو بالا بالا نبوت ملی ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں لا نبی بعدی کے آگے یہ بھی ہے۔ ولا تقولوا لا نبی بعدی یعنی یہ تو کہو کہ جناب مقدس رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد نبی نہیں کیونکہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا ہے کہ یہ میرا فرزند ارجمند ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اب اگر نبی ہونا ہی نہ تھا تو ہرگز آپ یہ نہ فرماتے کہ یہ لڑکا نبی ہوتا اور اس میں کسی کو شک نہیں کہ آیت خاتم النبیین والی ۵ھ میں نازل ہوئی اور ۹ھ میں سید المرسلین نے فرمایا کہ نبی ہوتا۔ اور اسی وجہ پر ابو الحسنات مولانا عبد الحی صاحب مرحوم فرنگی محلی اپنی کتاب دافع الوسواس فی اثر ابن عباس رض میں لکھتے ہیں کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانہ میں آنحضرتؐ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔ اور آپ غور فرمادیں کہ خاتم ہونا ایک امر اضافی ہے بے مضاف الیہ متحقق نہیں ہوسکتا سو جس قدر اس کے مضاف الیہ ہونگے اُسی قدر خاتمیت کو افزایش ہوگی جیسے بادشاہت ایک امر اضافی ہے محکوموں اور رعیت کی افزایش پر۔ اب آپ اِن سب عبارتوں پر منصفانہ محققانہ نظر ڈالکر غور فرمادیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے نفس مسئلہ ختم نبوت کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے۔ اس میں اور مولوی عبد الحی صاحب کی تحقیق میں کیا فرق ہے۔ اور اگر آپ مولانا روم رحؒ مرحوم کی نظم ملاکر غور کریں تو یقین ہے کہ آپ نبوت کے مسئلہ کو سمجھ جاوینگے اور وہ یہ ہے

مکر کن در راہِ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر اُمتے

نیکی کی راہ میں ایسی تدبیر کر کہ تو امت میں رہ کر نبوت حاصل کرلے سو خدمت اسلام کر کہ خدا تعالےٰ تجھ کو خاص فضل سے نوازے اور تجھے نبوت موہبت کرے +

(قائلین بزور نبوت بعد آنحضرت صلعم)

(۱) حضرت عائشہ ام المومنین۔ تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ +

(۲) حضرت محی الدین ابن عربی۔ فتوحات مکیہ جزو ۲ باب ۳ صفحہ ۳ +
(۳) سید محمد جعفر مکی۔ خلیفہ حضرت چراغ دہلوی (بحر المعانی مکتوب ۱۴ وغیرہ)

الراقم

مرزا کبیر الدین احمد مہتمم کتب خانہ جماعت احمدیہ لکھنو

حدیث

قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبیّ بعدہ

حدیثِ نبیؐ اک سُناتا ہوں میں
ہدایت کا رستہ بتاتا ہوں میں

یہ فرماتی ہیں حضرتِ عائشہ
رسولِ خدا کی جو ہیں اہلیہ

حدیث اور قرآن کی ماہرہ
سراپا جو ہیں خیر اور طاہرہ

کہ فرماتے تھے ایک دن مصطفےٰ
امامِ رسل اور خیر الوریٰ

مجھے زمرۂ انبیاء میں گِنو
نبیؐ ہوں خدا کا میں اے مومنو

مجھے خاتم الانبیاء تم کہو
عقیدہ ہمیشہ یہی تم رکھو

مگر ہاں یہ ہرگز نہ کہنا کبھی
"نہوگا مرے بعد کوئی نبی"

حافظ سلیم احمد خان احمدی اٹاوی

آپ اگست ۱۹۲۱ء سے خریدار بن کر مباحثہ سرگودہ مابین سید محمد اسحٰق صاحب و مولوی ثناء اللہ امرتسری حجم ۷۲ صفحہ ۳ میں پا سکتے ہیں۔ منیجر تشحیذ قادیان

چند نادر نسخے

(۱) اصل السوس مقشر ۲ تولہ۔ تخم السی ۲ تولہ باریک کوٹ چھانکر شہد خالص ایک چھٹانک میں ملاکر بوقت دمہ چاٹ لیں دورہ رک جائیگا + (۲) ریوند چینی ۲ تولہ۔ ہلیلہ سیاہ ۳ تولہ۔ سم الفار ۲ ماشہ باریک کرکے شیشی میں کاگ لگاکر رکھ چھوڑو بوقت ضرورت سانپ ڈسے ہوئے کو کھلاؤ ایک دو دفعہ کھانیسے آرام ہوگا + (۳) تپ ملیریا کے لئے کشتہ ابرک ۲ رتی۔ اینٹی فیبرین ۱½ رتی حسب مزاج تین دفعہ دن میں ہمراہ بدرقہ مناسبہ کے + (۴) **بواسیر خونی بادی کیلئے** پوست انار (ناسپال) کوٹ چھانکر سفوف بنائیں صبح ۹ ماشہ ہمراہ پانی کے پھانک لیں۔ دوپہر کو کھچڑی کھائیں۔ شام کو دال یا شوربا چپاتی + (۵) بیخوابی کے لئے۔ کشنیز بریاں ۲ تولہ خشخاش سفید ۲ تولہ۔ تخم کاہو مقشر ۲ تولہ۔ مغز بادام مقشر ۲ تولہ۔ مغز کدو ایک تولہ۔ برادہ صندل سفید ایک تولہ۔ تخم کنوچہ بریاں ۲ تولہ۔ طباشیر ۹ ماشہ سفوف بناکر ۲ ماشہ بوقت شب کھایا کریں +

(صفحہ ۱۵)

پندرہ روپے روزانہ

تیل کی ایسی سخت گرانی میں خالص ناریل کے تیل سے ایک روپے میں چار سیر صابون بنانا ہم سے سیکھ لو فیس پانچ روپے۔ اس کے علاوہ کم محنت۔ منافع زیادہ والی دستکاریاں سیکھنا چاہتے ہو۔ تو منیجر رسالہ دستکاری دہلی کو ایک آنہ (ار) کا ٹکٹ بھیجکر دستکاری جنتری طلب کرو

یہ رسالہ ہر مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان سے نکلتا ہے

نئی چیز — **ہیلک** — نئی ایجاد

ڈاکٹر ایس کے برمن کے ریسرچ لائبریری کا طیار کردہ ہیلک ہر قسم کے گھاؤ۔ درد۔ ہاتھ موچ۔ گانٹھ۔ گلٹی۔ چھائی۔ مہاسہ۔ چکتہ۔ ہاتھ پیروں کا پھٹنا۔ روکھا پن۔ بواسیر۔ آگ سے جلے ہوئے گھاؤ۔ جلن۔ چوٹ کی وجہ سے درد یا خون کا بہنا وغیرہ وغیرہ۔ کے لئے حکمی دوا ہے۔ چوہے۔ بلی۔ مکڑی۔ برنی۔ بچھو وغیرہ کے کاٹی ہوئی جگہ سے زہر دُور کرنے کے لئے **ہیلک** ایک شرطیہ دوا ہے۔ فٹ بول۔ کریکٹ۔ جمناسٹک کھلاڑیوں کے لئے "**ہیلک**" روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ اس کے لگانے سے کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ فی زمانہ اس قسم کی تمام دوائیوں کے تجربہ کرنے پر **ہیلک** سب سے مفید ثابت ہوئی ہے۔ ہر گھر گرہست کو **ہیلک** کی ایک ڈبیہ ضرور رکھنا چاہیئے قیمت فی ڈبیہ ۱۰ر محصول ڈاک ۶ر +

منہرا — منہرا — منہرا

اپنی خوشبو سے لوگوں کو متوالہ بنا دیتا ہے

یوں تو خوشبو ہر سنٹ میں ہوتی ہے مگر اسکی بھینی بھینی خوشبو مفرح پائدار تازہ کھلے ہوئے پھولوں کی سی ہے **منہرا** میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کی خوشبو پائداری کے ساتھ دُور تک پھیلتی ہے اور چار پانچ روز تک قائم رہتی ہے۔ خوشبو کے شوقینوں کو اس کا ایک بار امتحان کرنا چاہیئے +

قیمت فی شیشی ۱ر محصول ڈاک ۶ر

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ